لکھنؤ
تعمیر حیات
پندرہ روزہ
مجلس صحافت و نشریات، دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

جلد نمبر ۲۵ ، ۲۵ اگست ۱۹۸۸ء مطابق ۱۱ محرم الحرام ۱۴۰۹ھ شمارہ ۲۰

اداریہ

شمس الحق ندوی

سال نو
قوت عمل، ہمت اور حوصلہ

ماہ محرم ہمارے سنہ ہجری یا اسلامی تاریخ کا پہلا مہینہ ہے اسی سے نئے سال کا آغاز ہوتا ہے، ایک سال کی ابتدار اور ایک کی انتہا ہوتی ہے، انسان کی عمر بلکہ یوں کہیئے کہ قوموں کی عمر کا ایک سال گذرتا اور دوسرے نئے سال کا آغاز ہوتا ہے۔

ہمارا یہ نیا سال پندرہویں صدی ہجری کا نواں سال ہے، قوموں کی زندگی میں سال اور آٹھ سال تو بڑی مدت ہے وہ لمحہ وہ منٹ وسکنڈ نہایت قیمتی ہوتا ہے جسمیں قوم ہمت اور حوصلہ کے ساتھ اپنے کھوئے ہوئے مقام کو واپس لینے اور نئے انداز سے زندگی کے میدان میں قدم رکھنے کا فیصلہ کرتی ہے، لیکن جو قوم پست ہمتی، احساس کمتری، مرعوبیت، وبزدلی کا شکار ہو، اس کے سنبھلنے اور اپنے مقام ومنصب کو حاصل کرنے کے لئے سال اور آٹھ سال تو بہت کم ہے کبھی کبھی صدیاں ناکافی ہوتی ہیں، یہ قوم محض تصور وخیال کی دنیا میں سفر کرتی اور حسین خوابوں کے سہارے زندگی گذارتی رہتی ہے، اور خواب کی حقیقت سب کو معلوم ہے خواب میں آدمی کبھی بادشاہ ہو جاتا ہے خزانوں کا ڈھیر اس کے پاؤں تلے ہوتا ہے، اس کے سامنے فوج وسپاہ دست بستہ کھڑی ہوتی ہے، ملک کے اطراف واکناف میں اس خواب والی بادشاہی کا فرمان جاری ہوتا ہے، لیکن جب آنکھ کھلتی ہے تو وہی اپنا خستہ مکان، معمولی بستر، اور ٹوٹی ہوئی چارپائی ہوتی ہے

لکھتے ہوئے دل دکھتا ہے لیکن لکھنے والی بات لکھنی پڑتی ہے۔

وفی العتاب حیاۃ بین اقوام

قوم کے احتساب اور اظہار ناخوشی ہی میں قوم کی زندگی کا راز پنہاں ہے

امت مسلمہ برسوں سے کچھ اسی طرح کی صورت حال سے دوچار ہے اس نے اپنی کامیابی کا راز بڑی بڑی کانفرنسوں اور ان کانفرنسوں میں پانی کی طرح روپیہ بہانے میں سمجھ رکھا ہے اپنی کچھ تجاویز اور منصوبوں پر اس کو ایسی خوشی ہوتی ہے جیسے کسی فاتح قوم کو اپنی فتح پر آج سے ٹھیک آٹھ سال قبل جب چودھویں صدی کا سورج غروب، اور پندرہویں صدی کا چاند طلوع ہو رہا تھا تو پورے عالم میں بلکہ جہاں کہیں بھی مسلمان بستے ہیں ایسی خوشی منائی جا رہی تھی اور جلسوں اور کانفرنسوں کا ایسا شور تھا کہ جیسے اب پندرہویں صدی کا چاند ہی ان کی ذلت ونکبت، مظلومیت ومحکومیت کی ساری تاریکیوں کو ختم کردے گا، اور اس کے ساتھ اس کی شب تاریک کی صبح نمودار ہو جائے گی، اب کچھ کرنے کرانے کی ضرورت نہیں رہے گی۔ بس جلسے جلوس اور کانفرنسیں ہی کرنا رہے گا۔ یہی وہ کھلونا ہے، جس کو دے کر عرصۂ دراز سے یورپ نے بلاد اسلامیہ کے سربراہوں کو بہلا رکھا ہے، یا ان کو اپنا مہرہ بنا کر کرسی حکومت پر بٹھا رکھا ہے اور دین پسند اور خود دار عوام کو مطمئن رکھنے کے لئے کانفرنسوں اور بے باک تقریروں کی چھوٹ دے رکھی ہے۔ ناصر وسادات کی تقریریں ابھی بھی مصر کی فضاؤں میں گونج رہی ہوں گی۔ قذافی کے اونچے اونچے بول امریکہ کی ہلکی سی تنبیہ سے دب گئے، خمینی صاحب کی امریکہ کو دھمکی ابھی کل کی بات ہے۔ امت مسلمہ اسی سے خوش ہو لیتی ہے، اور اپنا دل بہلاتی اور سمجھتی ہے کہ ہم باعزت ہیں۔

خلافت عثمانیہ جو اپنی بہت سی خامیوں کے باوجود امت مسلمہ کی آبرو تھی اس کو کس مکاری اور ہوشیاری کے ساتھ مغرب نے پارہ پارہ کیا۔ اور سوچے سمجھے منصوبے کے تحت اس کو چھوٹی چھوٹی ٹکریوں میں بانٹ دیا ہے۔ اور خود ہر ایک کا سرپرست بن بیٹھا۔ پھر ان ملکوں میں اپنی مخرب اخلاق وانسانیت کش تہذیب اور مصنوعات کے ساتھ داخل ہوا، اس کے وسائل نشر واشاعت نے ان ملکوں کے ایک ایک گھر میں داخل ہو کر ذہن وفکر کو مسموم کیا اخلاقی قدروں کو پامال کیا۔ دین ودنیا کی تفریق پیدا کر کے ان کے عقائد کو متزلزل کیا اور تہذیب وتمدن کے نام پر ان کو اتنی دور لے گیا جہاں سے واپسی بڑی ہمت اور حوصلہ کے بعد ہی ہو سکتی ہے۔ اس حوصلہ شکن صورت حال کے

نگران اعلیٰ
مولانا ابو العرفان ندوی

مجلس ادارت

شمس الحق ندوی
محمود الازہار ندوی

خط وکتابت کا پتہ
منیجر "تعمیر حیات" پوسٹ بکس ۹۳
ندوۃ العلماء، لکھنؤ
انڈیا

زر تعاون

سالانہ : پینتیس ۳۵ روپے
ششماہی : پچیس ۲۵ روپے
فی پرچہ : ایک روپیہ ۵۰ پیسے

بیرون ملک

بحری ڈاک، رجسٹری ڈاک : ۱۰ ڈالر

فضائی ڈاک

ایشیائی ممالک : ۲۰ ڈالر
افریقی ممالک : ۲۰ ڈالر
یورپ وامریکہ : ۲۰ ڈالر

نوٹ
ڈرافٹ سکریٹری مجلس صحافت ونشریات لکھنؤ کے نام سے بنائیں اور دفتر تعمیر حیات کے پتہ پر روانہ فرمائیں۔

اس دائرہ میں اگر سرخ نشان ہے تو اس کا مطلب ہے کہ اس شمارہ پر آپ کا چندہ ختم ہو چکا ہے۔ لہٰذا آپ اگر یہ چاہتے ہیں کہ دین وادب کا یہ خادم، ندوۃ العلماء کا ترجمان آپ کی خدمت میں پہنچتا رہے تو سالانہ چندہ مبلغ پینتیس ۳۵ روپے ارسال فرمائیے۔ یہ آپ کی ذمہ داری ہے۔ چندہ یا خط بھیجتے وقت اپنا خریداری نمبر لکھنا نہ بھولیں

تنگ نظری کا مرتکب کون؟

تحریر: مولانا محمد واضح رشید ندوی ... ترجمہ: محمد احسان

مغربی قائدین اور مغرب زدہ اہل قلم، اسلام اور مسلمانوں کے بارے میں تنگ نظری بنیاد پرستی اور تشدد پسندی کی تعبیرات استعمال کرتے رہتے ہیں جس کا مقصد اسلام اور مسلمانوں پر حرف زنی کرنا اور دنیا کے مختلف خطوں میں پھیلے ہوئے اسلامی معاشرے کو ایک تاریک ترین معاشرہ ثابت کرنا ہوتا ہے جو درحقیقت سامراجی طاقتوں یا سامراج کے اشارہ پر چلنے والے ... کے جبر وتشدد کی وجہ سے حقیقی آزادی سے محروم ہیں، ان کا خیال ہے ... اس وجہ سے پسماندہ ہیں ... کہ انہوں نے ان تعلیمات کی پابندی اختیار کی ہے جو ان کے نزدیک قرون مظلمہ کے معاشرہ کے لئے خاص تھیں اور ان تعلیمات میں جبر وتشدد اور اکراہ کی تعلیم دی گئی ہے، اس تصور کو ... وہ کارٹونی تصویریں اور سیاسی واجتماعی جائزے پیش کرتے ہیں، جس سے مغربی اہل قلم ... کی اسلام دشمنی کا پتہ چلتا ہے اور اسلامی معاشرہ کی پسماندگی کی تصویر سامنے آتی ہے۔ یہ اہل قلم دنیا کو اس بات ... ہیں کہ اگر اسلام کے ماننے والے جو ان کے نزدیک انتہا پسند اور قدامت پرست ہیں ... ان کو تسلط حاصل ہو گیا اور اسلامی شعور بیدار ہو گیا، تو موجودہ تہذیب خطرے ... پڑ جائے گی اور انسانی قدریں معدوم ہو جائیں گی۔

یہ اہل قلم دنیا کو اس بات پر ... کی کوشش کرتے ... کہ مسلم معاشرہ جس بے حالی سے دوچار ہے اور ... جو ... دنے، ظلم وزیادتی اور قتل وغارتگری کے واقعات پیش آتے رہتے ہیں اس کی وجہ صرف اور صرف یہ ہے کہ اس نے اسلام کو مضبوطی سے تھام رکھا ہے اور اسلامی تعلیمات کی پیروی کرتا ہے

مزید برآں مسلم شخصیات پر حرف زنی کی جاتی ہے اور مسلمانوں اور ان کے حکمرانوں کی سرگرمیوں کو بنظر احتقار دیکھا جاتا ہے اور اس سلسلے میں کوئی فرق نہیں کیا جاتا کہ ان کے یہ اعمال اور سرگرمیاں مغرب کی تقلید اور نقال میں سرزد ہو رہے ہیں یا مغربی حکمرانوں کی طرف سے پیدا شدہ حالات کے نتیجے کے طور پر رونما ہوتے ہیں، اس کے برعکس جو بھی برائیاں ہوتی ہیں انکا سر رشتہ دین ومذہب اور قرآن سے جوڑ دیا جاتا ہے

ان تبصروں اور تحریروں کو چونکہ ذرائع ابلاغ ونشر واشاعت کا تعاون حاصل رہتا ہے اس لئے یہ بڑی تیزی سے دنیا کے قریب قریب ملکوں میں رائج اور عام ہو جاتی ہیں، اس کے مقابلے میں اسلامی اخبارات کے پڑھنے ... کی تعداد عشر عشیر بھی نہیں ہے اس لئے کہ حکومت کی طرف سے ان اخبارات پر سخت پابندیاں عائد ہیں ... ذرائع ابلاغ جس گمراہ کن افسانہ کو بھی عام کرنا چاہتے ہیں بڑی آسانی سے وہ عام ہو جاتا ہے بالخصوص با اختیار طبقوں میں جس سے ان کا ذہن مسموم ہو جاتا ہے۔

مسلمانوں کے لئے یہ سب سے بڑا مسئلہ ہے کہ انہیں ایسی باتیں سننی اور دیکھنی پڑتی ہیں جو ان کے احساسات کو مجروح کرتی اور ان کی تاریخ کو مسخ کرتی ہیں، سب سے زیادہ تکلیف دہ بات تو یہ ہے کہ اس قسم کی افترا پردازیاں ... زبان مسلم حکومتوں کے ہونے کے باوجود پیش آتی ہیں ... اسلم رہنماؤں کے سامنے رونما ہوتی رہتی ہیں لیکن ان کو ان کی تردید اور تکذیب کی جرأت نہیں ہوتی، اور جو لوگ تردید کی کوشش کرتے ہیں، تو ان کے قلم میں زور نہیں ہوتا۔

اس دور کا یہ سب سے بڑا المیہ ہے کہ وہ مذہب جو حق کا علمبردار اور مساوات وانسانی بلندی کا قائل ہے اسے دہشت پسند اور تشدد پسند مذہب سے موسوم کیا جا رہا ہے، اور وہ امت جس نے دنیا کو ... کی غلامی سے آزادی دلائی اور اسے انسانی تہذیب اتحاد وحریت عطا کی اسے پسماندہ ... اور سنگدل امت ثابت کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔

مسلمان اس صورت حال سے مسلسل دوچار ہیں، اور اس کی ذمہ داری ان مغربی نظام ہائے حکومت پر عائد ہوتی ہے۔ جو بعض مسلم ممالک میں حکمرانی کر رہے ہیں، ان میں سے بیشتر ملکوں میں تشدد کے بہت سے واقعات صرف اسلئے پیش آئے کہ ان حق پرستوں کی، آواز دبا دی جائے جو اسلام کو اپنانا چاہتے ہیں، اور گمراہی وانسان کشی کے خلاف جدوجہد کرتے ہیں۔

یہ حقیقت ہے کہ مسلم ملکوں میں اسلام کی مخالفت کرنے والے کسی شخص پر کوئی پابندی نہیں ہے۔ جب کہ ایسے ہزاروں افراد جبر وقہر میں مبتلا ہیں جن کی خواہش ہے کہ اسلام کو امر ونہی کا اختیار حاصل ہو۔

دنیا کے سارے مذاہب آزادی سے ہمکنار ہیں لیکن مسلمانوں کے ساتھ جبر واکراہ اور ظلم وزیادتی کی پالیسی اپنائی جا رہی ہے صرف اس ... سے کہ وہ مسلمان ہیں، ان کی عزت وآبرو پر حملے کئے جا رہے ہیں ... اور ان کی اولاد کو ایسے نظریات وافکار سیکھنے پر مجبور کیا جاتا ہے۔ جو ان کے عقیدہ وتاریخ سے متصادم ہے

کمیونسٹ دنیا کی مظلوم قوموں کو نہ آزادی ... اور حریت عمل حاصل ہے اور نہ ... زندگی میں شرکت کی آزادی ان قوموں کی زندگی انتہائی قید وبند کی زندگی ہے، انہیں کمیونزم قبول کرنے پر مجبور کیا جا رہا ہے، بعض ملکوں میں اپنی مرضی کے مطابق نام رکھنے، مُردوں کو دفن کرنے اور بچوں کو تعلیم دینے پر بھی پابندی ہے۔ کچھ مسلمان قومیں اپنے ہی ملک میں غیر مسلم حکومتوں کے تابع ہیں جو ان پر ناخوشگوار حالات تھوپنے کی کوشش کر رہی ہیں اور جہاں پیشہ ور اہل قلم آزادی سے اسلامی عقائد کا مذاق اڑاتے ہیں، اور ان پر کوئی پابندی عائد نہیں کی جاتی۔

کیا یہ ظلم نہیں ہے کہ بیشتر مسلم ممالک میں دینی کتب ضبط کر لی جاتی ہیں اور بندرگاہوں ایئر پورٹ اور سرحدوں تک پہنچتے ہی بلا تحقیق روک لی جاتی ہیں۔ اور فحش لٹریچر اور اسلام مخالف کتابوں کو پوری آزادی حاصل ہے۔ کہ انہیں خوش آمدید کہا جاتا ہے۔

کیا یہ بڑی ناانصافی اور زیادتی کی بات نہیں ہے کہ تعمیری اور سماجی روح بیدار کرنے والی ادبی اور ثقافتی تنظیموں پر اسلامی ممالک میں پابندی عائد ہے لیکن ایسی تباہ کن تحریکوں اور تخریب کار تنظیموں کو مکمل آزادی حاصل ہے جو فساد اور انارکی پھیلاتی ہیں، اور نوجوان کے اخلاق بگاڑتی ہیں۔

کیا یہ ناانصافی کی بات نہیں ہے کہ ان ممالک میں عیسائیت کی تبلیغ واشاعت کلیساؤں کی تعمیر اور ذرائع ابلاغ کے ذریعہ ان کی تشہیر کی پوری آزادی ہے اور رفاہی اداروں اور عام ضرورت کی چیزوں کو اس مقصد کے لئے ناجائز طور پر استعمال کیا جا رہا ہے۔ عیسائیوں کو اپنے ایئر پورٹ اور ریڈیو اسٹیشن قائم کرنے کے حقوق حاصل ہیں، اس کے برعکس مسلم داعیوں کو دعوت اسلام کے لئے کوئی تحریک یا تنظیم قائم کرنے کی اجازت نہیں ہے بلکہ انہیں سے اکثر کی سرگرمیوں پر پابندی عائد ہے۔

مسلم اکثریت اپنے ہی ملک میں غیر مسلم اقلیت کی محکوم ہے اور اس کی پشت پناہی مغربی حکومتیں کر رہی ہیں کیا یہ حقیقت نہیں ہے کہ افغانستان میں دس لاکھ سے زیادہ مسلمان اپنی آزادی کے حصول میں اپنے آپ کو قربان کر بیٹھے اور چالیس لاکھ سے زائد جلا وطن کر دیئے گئے۔ الجزائر میں دس لاکھ سے زیادہ مسلمان اپنی آزادی کی راہ میں قربان کر دیئے گئے، سوڈان اور صومال کو صلیبی حملوں کا سامنا ہے، انڈونیشیا کو مکمل عیسائی ملک بنا دینے کا دعویٰ ہے۔ فلپائن میں مسلمانوں پر ظلم وزیادتی کا سلسلہ جاری ہے، اسرائیل نے مسلمانوں کو زمین پر غاصبانہ قبضہ کر رکھا ہے اور مغرب کے تعاون سے امن وسکون کی زندگی گذار رہا ہے، اس کے ایجنٹوں نے صبرا اور شتیلا میں جو قتل عام کیا اور اسلامی مقدس مقامات کو جس بے دردی سے تباہ کرنے کی یہ لوگ کوششیں کر رہے ہیں اس پر انہیں کوئی سزا نہیں دی گئی۔

مزید برآں مختلف ممالک میں مسلمانوں کو نیست ونابود کرنے اور جلا وطن کرنے کی کوششیں کی جا رہی ہیں جو تہذیب جدید، حریت اور امن کے دعویدار ہیں، اور اپنے کو سیکولر کہتے ہیں۔ ان کی عبادت گاہیں اور قبرستان خطرے میں ہیں، ان کے تعلیمی اداروں پر طرح طرح کی پابندیاں ہیں، اس کے باوجود دور جدید کی بس ایک ہی آواز ہے جو درحقیقت مغرب کی آواز ہے، "مسلمان دہشت پسند ہیں، انکا مذہب دہشت پسندی کا حکم دیتا ہے" یہ گرچہ تاریخ کے خلاف ہے، واقعہ کے خلاف ہے لیکن چونکہ مغرب کی آواز ہے اس لئے حق ہے عربی شاعر نے کہا تھا ؎

اذا قالت حزام فصدقوها
فان القول ما قالت حزام

اس کا تھوڑے تصرف کے ساتھ ترجمہ کیا جائے تو یہ کہ مغرب میں جو بات کہی جائے اس کی تصدیق کرو، بات وہی ہے جو مغرب کہے۔

باوجود جو خلافت عثمانیہ کے زوال سے پیدا ہوئی تھی۔ ہمارے بہت سے داعیوں اور مفکرین کے حوصلہ بلند تھے کہ قوم جس وقت کمر ہمت باندھے گی۔ اپنے مقام و منصب پر واپس آجائے گی۔ اسی امید و آرزو میں اقبال نے کہا تھا کہ :

اگر عثمانیوں پر کوہ غم ٹوٹا تو کیا غم ہے
کہ خون صد ہزار انجم سے ہوتی ہے سحر پیدا
مگر تہذیب حجازی کے طلبہ پر

یورپ نے مغربی تہذیب کا جو محل تعمیر کر دیا ہے وہ اپنی ہزار ناکامیوں اور انسانیت کو موت کے دروازہ پر پہونچا دینے کے بعد بھی ہمارے ان ملکوں میں قائم ہے۔ اور ہمارے جدید تعلیم یافتہ طبقہ میں اسی کا سکہ رواں ہے۔ مرعوبیت اور زوال دوستی اس حد کو پہونچ چکی ہے کہ ہمارا خوشحال طبقہ اپنے بچوں کو دینی تعلیم دلانے اور حقیقت اسلام سے آشنا کرانے پر جدید تعلیم کو ترجیح دیتا ہے۔ ایسی بھی مثالیں سامنے آتی ہیں کہ ایک باپ اپنے ایک لڑکے کو اسکول و کالج میں داخل کر کے کئی سو کی رقم ماہانہ خرچ کرتا ہے اور دوسرے بچے کو دینی مدرسہ میں داخل کر کے زکوٰۃ کی رقم سے امداد و وظیفہ کا طالب ہوتا ہے۔ ہمارے بلاد اسلامیہ کے نوجوان بلکہ شہزادے اب بھی یورپ کے مردبیمار کی گود میں تعلیم و تربیت حاصل کرنے جاتے ہیں، اور وہاں سے واپس آکر ان ہی افکار و خیالات کا پرچار کرتے ہیں جو یورپ نے ان کو دیئے ہیں، یہ صورت حال جب تک باقی ہے کیا کسی صدی کے آنے اور جانے سے ہماری تیرہ بختی دور ہو سکتی ہے۔ حقیقت پسندی کی بات تو یہ تھی کہ ہمارے ممالک تہذیب یورپ کے مفید اجزاء کو لے لیتے اس پر اپنی صلاحیتوں اور توانائیوں کو لگا کر واعدوا لھم ما استطعتم ...... کا مظاہرہ کرتے اور غلط حصہ کو جو اسلامی اقدار سے ٹکراتا ہو رد کر دیتے، بالکل ایسے جیسے آٹے اور چوکر کے ساتھ معاملہ کیا جاتا ہے، چوکر پھینک دیا جاتا ہے۔ اور آٹا بقائے انسانی کا سبب بنتا ہے۔ مگر نہ یہ کیا گیا نہ کیا جارہا ہے۔ پھر بھی ہم اس خوش خیالی میں مست تھے کہ پندرہویں صدی کی آمد امت مسلمہ کی حیات نو کی آمد ہے۔ ہم اتنے سادے اور بھولے بھالے بن گئے ہیں کہ دشمن کے مکر و چال کو پیام امن و محبت سمجھتے ہیں۔ یورپ نے کس مکاری کے ساتھ مصطفیٰ کمال پاشا کو اپنا آلہ کار بنا کر خلافت کے خاتمہ کا اعلان کر دیا۔ ہمارا الجھن اس پر غور کرنے اور تہ تک پہنچنے کا موقع نہیں دیتا۔ اقبال نے اس موقع پر درد یاس میں ڈوبی ہوئی آواز میں کہا تھا۔

چاک کردی ترک ناداں نے خلافت کی قبا
سادگی مسلم کی دیکھ اوروں کی عیاری بھی دیکھ

زندگی اور زندگی کی ہنگامہ خیزی ایک حقیقت ہے اور حقیقت کا مقابلہ محض خیال و گمان سے نہیں کیا جاسکتا، حقیقت کا مقابلہ حقیقت سے ہوتا ہے۔ ہاں اس کے ساتھ ساتھ بحیثیت ایک مومن کے خدا پر توکل و بھروسہ اور خدائی احکامات کے پاس و لحاظ کو اولیت حاصل ہے۔ اقبال نے اسی حقیقت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا تھا

مصاف زندگی میں صورت فولاد پیدا کر
شبستان محبت میں حریر و پرنیاں ہو جا

ایسی بات نہیں کہ امت مسلمہ اپنا سارا سرمایہ لٹا چکی ہے۔ اسمیں وہ افراد اب بھی پائے جاتے ہیں جن سے ابلیس خائف ہے۔ اور اس نے اندیشہ ظاہر کیا تھا۔

ہے اگر مجھ کو خطر کوئی تو امت سے ہے
جس کی خاکستر میں ہے ابتک شرار آرزو

خال خال اس قوم میں ابتک نظر آتے ہیں وہ
کرتے ہیں اشک سحر گاہی سے جو ظالم وضو

امت مسلمہ ایسے افراد سے کبھی خالی نہیں رہی لیکن امت کے مغرب زدہ طبقہ نے اس کی قدر نہ پہچانی اور اپنی روش پر چلتا رہا یورپ کی بانسری پر سر دھنتا رہا۔ ہوا و ہوس کے پیچھے بھاگتا رہا۔ اس لئے زندگی میں ایسا انقلاب نہیں آیا۔ جس سے امت کی آبرو پھر سے بحال ہو۔ امت کے یہ ہونہار افراد بزبان حال اور کبھی بزبان قال بڑے درد و حسرت کے ساتھ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے الفاظ دہراتے رہے ہیں۔

ارید ان اداوی بکم وانتم دائی
کناقش الشوکۃ بالشوکۃ
وھو یعلم ان ضلعھا معھا اللھم
قد ملت اطباء ھذا الداء
الدوی وکلت النزعۃ باشطان
الرکی این القوم الذین دعوا الی
الاسلام فقبلوہ وقرؤوا القرآن
واحکموہ ہ

ہم تم کو لے کر امت کی بیماریوں کا مداوا کرنا چاہتے ہیں، مگر تمہیں ہماری بیماری بنے ہوئے ہو، ہمارا حال اس شخص کا سا ہے جو اپنے پاؤں کا کانٹا، یہ جانتے ہوئے بھی کہ کانٹا ٹیڑھا ہوا ہے یہ بھی پاؤں میں ٹوٹ جائے گا کانٹے سے نکالنا چاہتا ہے۔ اے اللہ! امت مسلمہ کے طبیب اس کے علاج سے

اناللہ وانا الیہ راجعون

پرچہ طباعت کے لیے جارہا تھا کہ یہ خبر ملی کہ ہمارے پڑوسی اور مسلمان ملک پاکستان کے صدر جنرل محمد ضیاء الحق مع کئی اپنے فوجی رفقاء کے ایک ہوائی حادثہ میں انتقال کر گئے، اناللہ وانا الیہ راجعون للہ ما اعطیٰ ولہ ما اخذ وکل شیئ عندہ لاجل مسمّٰی۔ رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ وغفرلہ۔

صدر محمد ضیاء الحق .... صوم وصلوٰۃ کے پابند مسلمان اور اسلامی شریعت کے نفاذ کے لیے کوشاں انسان تھے، اس کے ساتھ ساتھ ایک مسلمان اور ایک انسان کی حیثیت سے نیک دل متواضع متحمل اور خلیق شخص تھے، انہوں نے اپنے مخالفین کی رائے اور مرضی کے خلاف تو کیا، لیکن ان پر اپنی طاقت کا ایسا استعمال نہیں کیا جو عام طور پر ڈکٹیٹر لوگ کرتے ہیں،

بیت اللہ شریف اور مسجد نبوی شریف سے ان کو بہت والہانہ تعلق تھا، سعودی حکمرانوں کے بعد کسی دوسرے مسلمان حکمران نے حرمین شریفین میں اتنی بار حاضری نہ دی ہوگی، جتنی انہوں نے دی، اور وہاں حاضری پر اتنا زیادہ وقت وہاں صرف نہ کیا ہوگا جتنا وہ صرف کرتے تھے، مسلمانوں کی یکجہتی وہمدردی کا بھی بڑا جذبہ رکھتے تھے، ایران عراق جنگ ختم کرانے کے لیے برابر کوشاں رہے اس کے لیے خود بار بار سفر کیئے اور وفد میں گئے پڑوسیوں سے تعلقات بہتر بنانے کے لیے بھی ان کا کردار اچھا رہا، ہندوستان میں وہ مختلف موقعوں سے بے تکلف آئے، اگرچہ ابھی کچھ عرصہ سے ہندوستان کی حکومت کا تأثر یہ رہا کہ ان کا رویہ اچھے پڑوسی کے رویہ کے مطابق نہیں ہے لیکن اس سلسلے میں ان کے اچھے رویہ کا بھی اعتراف ہندوستان کے متعدد اہم لیڈروں نے کیا ہے،

ہم صدر محمد ضیاء الحق کے اس رویہ سے یہاں بحث نہیں کرتے، کیونکہ یہ ہمارا موضوع نہیں، لیکن بحیثیت ایک انسان کے اور اسلام کے لیے خیر خواہی رکھنے والے ایک مسلمان کے ہم ان کے حادثہ وفات پر اپنے رنج و افسوس کا اظہار کرتے ہیں

مرحوم میں متعدد اعلیٰ انسانی صفات کے ساتھ ایک مدبر اور دیدہ ور رہنما کی خصوصیات بھی پائی جاتی تھیں، جن کی کمی ہر زمانہ میں محسوس کی جاتی رہی ہے۔ حادثہ ایسا ہے کہ

لمثل ھذا یذوب القلب من کمد
ان کان فی القلب اسلام وایمان

ہم اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں کہ اس حادثہ سے ملت اسلامیہ اور اسلام کو جو بھی نقصان پہونچا ہے اس کی تلافی کی صورتیں پیدا فرمائے اور مرحوم کو اپنے جوار رحمت میں عظیم وکریم جگہ عطا فرمائے اور ان کے پس ماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ آمین۔

تک ہارے ڈول کھینچے رات کے جگائے کا دم بھرنے والوں کے ہاتھ شل ہو گئے، کہاں ہیں وہ لوگ جن کو اسلام کی دعوت دی گئی تو انہوں نے اسلام قبول کیا قرآن کو پڑھا اور اس کے پابند بن گئے۔

پندرہویں صدی کے آغاز میں جب خوشیاں منائی جارہی تھیں اس وقت بھی تعمیر حیات نے اپنے اداریہ میں اس حقیقت کی طرف متوجہ کیا تھا کہ کامیابی کام کرنے سے ہوگی۔ عزم وحوصلہ سے ہوگی صدیوں کے آنے جانے سے اس کا کوئی تعلق نہیں، یہ تصور وخیال کہ نفس صدی کامیابی کا مژدہ لاتی ہے خام خیالی ہے۔ اسی مناسبت سے حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی مدظلہ نے ایک بصیرت افروز تقریر فرمائی تھی، اور تاریخ کا جائزہ لے کر بتایا تھا

(بقیہ صفحہ ۶ پر)

پندرہویں صدی میں عالم اسلام کیلئے دس نکاتی پروگرام

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی

ساتویں صدی اور دسویں صدی ہجری میں اسلام کی نشأۃ ثانیہ کے جو واقعات اور اسباب بیان کئے گئے ان سے یہ نتیجہ نکالنا صحیح ہوگا کہ اسلامی معاشرہ کو ہر دور میں ایسے ربانی، حقانی، بیدار مغز، عالی ہمت مصلحین اور داعیوں کی ضرورت ہے جو دعوت الی اللہ اور نفوس قدسیہ کی اصلاح و تقویت کا کام ناسازگار سے ناسازگار ماحول میں انجام دیں، جب اسلامی حکومتیں زیر و زبر ہو رہی ہوں، مادیت اور خواہشات نفسانی کے سیلاب میں لوگ تنکوں کی طرح بہے چلے جارہے ہوں، مال و دولت کے حصول کی ایک اندھی ریس جاری ہو، وہ گرتے ہوئے دلوں کو تعلق باللہ سے ان کو جوڑنے اور ان میں تازہ ایمان و یقین، محبت و خشیت الٰہی اور اعتماد و توکل پیدا کرنے کے کام میں لگ جائیں، وہ لوگوں کو [illegible] جن کا [illegible] رہے ہوں، دنیا کے مال و متاع کی محبت ان کے دلوں میں [illegible] دولت و حشمت اور سلطنت و قوت کے رنگ برنگے نعروں اور [illegible] ہوئے ضمیر و ملت فروشی اور ملکوں اور قوموں کا سودا کرنے سے بیزار اور بالاتر بنائیں، اور عقیدہ و اصول کے لئے قربانی اور راہ خدا میں شہادت کی آرزو سینوں میں بیدار کر دیں، ناامیدیوں کے گھٹا ٹوپ اندھیرے سے نکال کر رحمت و نصرت الٰہی کی روشنی میں لے آئیں، زوال آمادہ اور کرم خوردہ معاشرہ کو ایسے اہل، طاقتور اور امانت دار اشخاص مہیا کریں جو حکومت کی نازک سے نازک ذمہ داریوں کو سنبھال سکیں اور اسلام کی سرحدوں کی حفاظت و نگہداشت کر سکیں، یہ وہ ربانی حقانی لوگ ہیں جو اپنے اپنے معاشرہ و ماحول میں وہ خدمت انجام دیتے ہیں جو خواجہ حسن بصری نے بنوامیہ کے دور میں اور حافظ ابن جوزی، حجۃ الاسلام غزالی اور سیدنا عبدالقادر جیلانی نے عباسیوں کے دور میں انجام دی تھی۔

ان ربانی اشخاص کا وجود ہر ملک اور ہر زمانہ کی بنیادی ضرورت ہے، وہ اس وقت کامیاب و بامراد ہوتے ہیں جب حکومتیں ناکام و نامراد ہو جاتی ہیں، ان کا علم دولت و اقبال اس وقت بلند ہوتا ہے جب حکومتوں اور طاقتوں کے فلک بوس جھنڈے سرنگوں ہو جاتے ہیں، اسلامی معاشرہ کے لئے سب سے بڑا خطرہ یہ ہے کہ وہ ان نفوس قدسیہ سے سراسر محروم ہو جائے، بہت سے وہ اسلامی اور عرب ملک جہاں اللہ تعالیٰ نے رزق اور اپنی نعمتوں کے دہانے کھول دیئے ہیں، وہاں آج بشدت یہ دعوتی و روحانی خلا محسوس ہوتا ہے، یہ خلا وسیع تنظیمات، عظیم علمی اداروں، سیاسی و اشاعتی سرگرمیوں، فلک شگاف نعروں اور خدمت دین کے بلند بانگ دعووں سے پر نہیں کیا جاسکتا۔

دینی دعوت اور اسلام کی نشأۃ ثانیہ کے لئے جو کوششیں دنیائے اسلام کے مختلف گوشوں میں، مختلف انداز سے، اور اپنی اپنی بصیرت، تجربے اور حالات کے تقاضہ سے ہو رہی ہیں ان کو اپنے اپنے مرتبے پر رکھتے ہوئے اور ان کی کسی نہ کسی درجہ میں افادیت کا اعتراف کرتے ہوئے اس کی ضرورت محسوس ہوتی ہے کہ اس پندرھویں صدی ہجری میں اسلام کی نشأۃ ثانیہ اور مسلم معاشرہ کو مزید انحطاط و زوال کے خطرے سے بچانے اور نئی صدی کے چیلنجوں کا مقابلہ کرنے کے لئے کچھ معین نقاط (POINTS) اور چند واضح خطوط (LINES) (خواہ ان کی حیثیت اشارات اور عنوانات سے زیادہ نہ ہو) پیش کر دیئے جائیں، شاید باتوفیق اور بلند حوصلہ کارکنوں، اور اسلام اور مسلمانوں کے لئے فکرمند جماعتوں کو ان سے کچھ روشنی یا مدد حاصل ہو۔

۱۔ مسلم عوام میں ایمان و عقیدہ کو طاقت پہونچانے (جس کی چنگاریاں ان کے خاکستر میں بہرحال موجود ہیں) اور ان کے دینی شعور کو بیدار و متحرک بنانے کی ضرورت ہے، ان مسلم عوام کی اسلام کے ساتھ وابستگی اور اس کے لئے گرم جوشی (خواہ وہ بعض اوقات حالات و حوادث ہی کا نتیجہ ہو) ایک ایسی بلند و مستحکم فصیل اور اسلام کا آہنی حصار ہے جس کی بدولت بہت سی مسلم (بادی اسلام) قیادتوں اور حکومتوں کو کھل کر کفر کا راستہ اختیار کرنے اور اپنے ملکوں اور ماتحت مسلم قوموں کو کفر و الحاد کی آغوش میں ڈال دینے کی ہمت نہیں ہوتی، اور اسلام ان تمام سازشوں اور منظم اور وسیع منصوبوں کے باوجود جو ان کو ان ملکوں سے بے دخل کرنے کے لئے، اندرون یا بیرون ملک تیار کئے جاتے ہیں، ان ملکوں میں زندہ اور کسی نہ کسی درجہ میں فعال اور مؤثر ہے، خدانخواستہ اگر کسی دن یہ حصار ٹوٹ گیا، اور مسلم عوام کا رشتہ، اور ان کی روحانی اور جذباتی وابستگی اسلام سے ختم ہوگئی تو پھر ان ملکوں میں اسلام کے بقا اور تحفظ کی کوئی ضمانت، اور ان قیادتوں (LEADERSHIPS) اور حکومتوں کو کھل کھیلنے، اور اپنے ملکوں کو اسپین اور ترکستان بنا دینے سے کوئی چیز روک نہیں سکتی، پھر یہی عوام وہ نرم اور بارآور زمین ہے جس سے ہر طرح کی قدرتی دولت حاصل کی جاسکتی ہے اور اس پر ہر طرح کے پرثمر باغات لگائے جاسکتے اور محل تعمیر کئے جاسکتے ہیں، یہ وہ "خام مال" (RAW MATERIAL) ہے جس سے بہترین انسانی مصنوعات تیار کی جاسکتی ہیں، اور مردم سازی اور آدم گری کا کام کیا جاسکتا ہے، اصد ہا خامیوں اور قابل اصلاح پہلوؤں کے باوجود یہ وہ انسانی مجموعہ ہے جس پر پیغمبرانہ توجہات اور اہل قلوب اور اہل خلوص کی محنتیں صرف ہوئی ہیں، اور وہ آج بھی اپنے خلوص قلب، اپنی محبت اور گرم جوشی، اور ایثار و قربانی کے جذبہ اور صلاحیت میں دوسری انسانی جماعتوں اور مذہبی قوموں سے فائق و ممتاز ہے۔

لیکن اسی کے ساتھ اس کی ضرورت ہے کہ ان مسلم عوام (MASSES) اور مسلم ممالک کی مسلم آبادی میں ان صفات کو بھی پیدا کرنے اور اس اسلامی سیرت کو بروئے کار لانے کے لئے بھی سخت جدوجہد کی جائے، جن کی بناء پر انسانی نفوس نصرت آسمانی اور فتح و کامرانی کے مستحق ہوتے ہیں اور جن کی وجہ سے مخالفتوں اور رکاوٹوں کے پہاڑ گرد و غبار بن جاتے ہیں، مثلاً صحیح عقیدہ، توحید خالص (جو شرک کے ہر شائبہ سے محفوظ) اسلامی سیرت اور اسلامی معاشرہ (جو جاہلی رسم و رواج اور غیر مسلم اقوام کی تقلید سے پاک ہو) اس کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ مسلم معاشرہ کو اس مرض نفاق اور اس "تضاد" سے پاک کیا جائے، جو عرصہ سے اس میں سرایت کئے ہوئے ہے، اور جو اسلام کی اصل تعلیمات اور مثالی مسلم معاشرہ کے منافی ہے اسی طرح ان اخلاق و عادات، اور نفس امارہ اور دولت و طاقت کے ان اثرات سے بھی اس کو بچانے کی کوشش کی جائے، جن کی بنا پر انبیاء سابقین کی بہت سی امتیں مستحق عذاب اور مورد غضب الٰہی ہوئیں، اسی طرح مغربی اقوام کے اس اخلاقی "جذام" سے بھی ان کو محفوظ رکھنے کی کوشش کی جائے، جس میں مغربی تہذیب اور اہل مغرب مبتلا ہیں، اور اب وہ چاہتے ہیں کہ مشرقی اقوام اور بالخصوص مسلم ملکوں میں بھی وہ پوری طرح پھیل جائے۔

لیکن یہ اصلاحی کام ادھورا رہے گا، اور اس کے صحیح نتائج ظاہر نہیں ہوں گے جب تک کہ مسلمانوں میں صحیح دینی شعور نہ پیدا کیا جائے اور ان کی صحیح ذہنی تربیت نہ ہو، ضرورت ہے کہ ان میں حقائق اور مسائل کا صحیح فہم، اور دوست دشمن میں تمیز کی صلاحیت پیدا ہو، ان کا شعور اتنا بالغ، اور ان کا دینی فہم اتنا عمیق ہو کہ وہ گہرے سیاسی مقاصد رکھنے والے رہبروں، سیاسی بازی گروں، اور کھوکھلے نعروں سے دھوکا نہ کھائیں، اور عالم اسلام میں پھر ان روح فرسا المیوں (TRAGEDIES) کا اعادہ نہ ہو، جن میں بعض بڑی پرجوش مسلم قومیں اور ممالک جاہلی قوم پرستی (NATIONALISM) یا لسانی (LINGUISTIC) اور ثقافتی (CULTURAL) تعصبات کی آندھیوں میں پتوں کی طرح اڑ گئے، اور آسانی کے ساتھ شاطر قیادتوں، اور غیر ملکی سازشوں کا شکار ہو کر اپنی سادگی اور شعور کی ناپختگی کے بھینٹ چڑھ گئے۔

۲۔ دینی حقائق اور قرآنی و ایمانی اصطلاحات کو نیز دین کے صحیح تصور اور فہم کو ہر طرح کی تحریف سے بچایا جائے اور ان کو جدید عصری و مغربی تصورات اور سیاسی و اقتصادی نظاموں کے (بے اعتدالی کے ساتھ) تابع اور مطابق بنانے اور اسلام کی خالص سیاسی تشریح و تعبیر اور اسلام کو ایک نظریہ حیات ثابت کرنے، اور عصری فلسفوں، اور سیاسی نظاموں کی سطح پر لے آنے میں شدید احتیاط برتی جائے، اس لئے کہ حکومت و اقتدار نظام و فلسفہ، تغیر و ترقی پذیر چیزیں ہیں، لیکن یہ دینی حقائق، اور دین کا صحیح عقیدہ اسلام کی دائمی بنیاد اور وہ نقطہ ہے، جس سے اس کا آغاز و انجام مربوط ہے، انبیاء علیہم السلام نے اپنے اپنے زمانہ میں انہیں کی دعوت دی، اور انہیں کے راستہ میں ان کی ساری جدوجہد اور جہاد تھا، اسی طرح ہر اسی چیز سے احتیاط ضروری ہے جس کی بنیاد "ایمان بالآخرۃ" پر نہ ہو اور جس سے حصول رضائے الٰہی کا جذبہ کمزور، اور ایمان و احتساب کی روح مضمحل ہوتی ہو، اور تقرب الی اللہ زندگی کی اصل غایت نہ ٹھہرتی ہو، نیز جس تعلیم و تلقین اور تفہیم و تشریح سے دور جاہلیت کی بت پرستی (جو ابھی زندہ ہے) اور شرک اور اس کے عام اعمال و مظاہر کی قباحت و نفرت کم ہوتی ہو اور اس کو دور جاہلیت کی ایسی یادگار سمجھنے کا ذہن پیدا ہوتا ہو، جس کا زمانہ لد گیا، اور جس کی اب اس ترقی یافتہ دور میں کوئی گنجائش نہیں، حالانکہ بقول اقبال۔ ع،

اگرچہ پیر ہے مومن، جواں ہیں لات و منات

۳۔ ذات نبوی (علیہ الف الف سلام) سے مسلمان کے روحانی اور جذباتی تعلق پیدا ہونے اور برقرار رہنے کی کوشش، دل میں آپ کے لئے گہری محبت اور مسلم معاشرہ میں عشق نبوی پیدا کرنے کی کوشش جو ایک مسلمان کی نظر میں آپ کو اہل و عیال، یہاں تک کہ اپنی ذات سے زیادہ محبوب بنا دے جیسا کہ صحیح احادیث کے مطابق وہ ایمان کا تقاضہ اور اس کی علامت ہے اور اس بات پر ذہنی طور پر پورا اطمینان اور اعتماد کہ آپ "ختم الرسل مولائے کل، دانائے سُبل" ہیں اور ایسے تمام اثرات سے احتراز جو محبت کے ان سرچشموں کو خشک و پایاب، سنت پر عمل کرنے اسوۂ رسول کی پیروی اور سیرت کے مطالعہ کے شغف اور اس کے تاثر کو کمزور کر دیں، یہی وہ وابستگی اور گرویدگی تھی جس نے عجمی قوموں کو اسلام کے رشتہ سے منسلک اور غیر اسلامی تہذیب اور قومیتوں میں تحلیل ہو جانے سے محفوظ رکھا۔

یہ پہلو اس زمانہ میں ممالک عربیہ کے لئے خاص طور پر اہمیت رکھتا ہے جہاں پچھلے برسوں میں عرب قوم پرستی کی تحریکوں، عیسائی اور یہودی مصنفین کی کتابوں اور جدید عرب ادیبوں اور ان داعیوں و فضلاء نے جو محبت کے عنصر سے محروم، پیغام "محمد عربی" سے ناآشنا تھے اس کو اس حد تک کمزور کر دیا ہے کہ اب اس کے دوبارہ احیاء اور تقویت اور ایک ایسے ایمان افروز و روح پرور اسلامی ادب کی ضرورت پیدا کر دی ہے جس کے پیش کرنے والے ایک عجمی عاشق رسول (اقبال) کے الفاظ میں کہہ سکیں کہ :

بیا تا زہ براںگیزیم از ولایت عشق
کہ در حرم خطرے از بغاوت خرد است

۴۔ مسلمانوں کے تعلیم یافتہ طبقہ میں، اور جن کے ہاتھ میں آج ممالک اسلامیہ کی فکری تعلیمی قیادت اور ذرائع ابلاغ ہیں اسلام کی ہر زمانہ میں رہنمائی کرنے، نئے نئے مسائل کا سامنا کرنے، نئی نئی گتھیوں کو سلجھانے اور انسانی قافلہ کو اس کی منزل مقصود پر پہونچانے اور کشتی حیات کو کنارہ لگانے کی صلاحیت پر اعتماد کی بحالی، جو غلط تعلیم اور مغربی افکار کے اثر سے یا تو ختم ہو گیا ہے یا متزلزل ہو چکا ہے اس طبقہ نے فرض کر لیا ہے کہ اسلام ایک ایسی بیڑی یا نسخہ ہے جس کا مسالہ ختم ہو گیا ہے یا ایک ایسی بتی ہے جس کا تیل ختم اور اس کا فتیلہ جل چکا ہے اس کے دل میں از سر نو یہ اعتقاد اور اعتماد پیدا کرنا کہ اسلام ایک عالمی اور جاودانی پیغام ہے جس میں زمان و مکان کی کوئی تفریق نہیں اس کی ہر زمانہ میں کشتی نوح کی حیثیت ہے، جو تنہا غرق ہونے سے بچا سکتی ہے۔

اس اعتماد کا اس طبقہ کے دلوں سے بالکل نکل جانا، یا اس کا کمزور پڑ جانا، اس طبقہ کا وہ اصلی مرض ہے جو اس وقت اس کے اکثر خلاف اسلام اقدامات، اور "اصلاحات" کا محرک، اور اس ذہنی و تمدنی ارتداد کا سبب ہے، جس نے اس وقت پورے عالم اسلام کو اپنی لپیٹ میں لے لیا ہے اور جس کی وجہ سے ان رہنماؤں اور اہل حکومت، اور مسلم عوام کے درمیان وہ عمیق اور عریض خلیج پیدا ہو گئی ہے، جو کسی طرح سے پر نہیں ہوتی اور جس کی وجہ سے ان ملکوں میں ایک شدید ذہنی، تہذیبی اور معاشرتی کشمکش برپا ہے، جو کبھی کبھی بغاوتوں اور انقلابات پر منتج ہوتی ہے۔

۵۔ اسلامی ممالک میں نظام و نصاب تعلیم کی بنیادی تبدیلی اور از سر نو تشکیل، جو ان مسلم اقوام و ممالک کے قدر و قامت، قدر و قیمت، پیغام و فرائض اور اغراض و مقاصد سے پوری مطابقت رکھتی ہو اور جو قطعاً کسی دوسرے ملک یا کیمپ سے درآمد نہ کی گئی ہو، بلکہ ان مسلمان ماہرین تعلیم، اور ماہرین فنون کے اجتہاد و مطالعہ اسلام کے عمیق و جامع فہم اور بصیرت و تجربہ کا نتیجہ ہو، جو قدیم و جدید، اور مشرق و مغرب کے خود ساختہ حدود و خطوط سے بالاتر اور آزاد ہوں، یہ ایک ایسا ضروری کام ہے جس میں مطلق تاخیر کی گنجائش نہیں، اس کے بغیر یہ اسلامی ممالک اپنے پاؤں پر نہ کھڑے ہو سکتے ہیں، نہ اپنے دماغ سے سوچنے کے قابل ہو سکتے ہیں، نہ اپنے عزم و ارادہ سے ان ممالک کا نظام چلا سکتے ہیں، اور نہ ان ممالک کی دانشگاہیں، ادب و صحافت اور ذرائع ابلاغ، اسلام کے مزاج و روح اور معاشرہ کی ضرورت کے مطابق فرض انجام دے سکتے ہیں۔

۶۔ ایک ایسی طاقتور عالمگیر علمی و تحقیقی تحریک، جو جدید نسل کا اسلام کے علمی ذخیرہ سے رشتہ استوار کر سکے، اسلامی علوم میں نئی روح پھونک سکے، اور اس حقیقت کو ثابت کر سکے کہ اسلامی قانون اور فقہ نہایت وسیع اور ترقی پذیر قانون ہے اور وہ ایسے ابدی اصولوں پر قائم ہے جو کبھی فرسودہ اور از کار رفتہ نہیں ہو سکتے، جس میں زندگی کے تغیرات و ترقیات کا ساتھ دینے کی پوری صلاحیت ہے اور جس کی موجودگی میں کسی وضعی اور انسانی قانون کی پناہ لینے کی ضرورت نہیں، یہی عصر حاضر کا وہ "تجدیدی" کام ہے جو اسلامی ملکوں، اور موجودہ اسلامی معاشرہ کو ذہنی و معاشرتی ارتداد سے

بچا سکتا ہے اور مغرب زدگی و تجدد کے اس دھارے کو روک سکتا ہے جو عالم اسلام میں اس وقت پوری طغیانی پر ہے۔

۷۔ اسلامی ممالک اور مسلم معاشرہ میں اس اسلامی تمدن کی کارفرمائی اور جلوہ نمائی کی کوشش جو اسلام کے اصول و مقاصد، طہارت و عفت، اعتدال، ذوق سلیم، قرآنی تعلیمات، اسوۂ رسول، اور قرون اولیٰ کی اسلامی زندگی، اور اسلام کے مثالی معاشرہ کے بہت سے محاسن کا جامع ہے، کسی ملک اور قوم کا محض عقائد و عبادات سے وابستہ رہنا، اور اس تمدن سے کنارہ کشی اختیار کر لینا جو ان دینی تعلیمات اور ان کے وسیع، جامع اور لچکدار اصول کے ماتحت پروان چڑھا ہو، اور کسی اجنبی تمدن کا اختیار کر لینا، دین کو عبادت گاہوں، اور مذہبی رسوم (RITUALS) میں محدود، اور ان ممالک کو تہذیبی و معاشرتی ارتداد کے خطرے سے دوچار کر دینے کے مرادف ہے، جہاں تک ان مسلم ممالک کا تعلق ہے، جو مغربی تہذیب کے زیر اثر ہیں، ان میں دانایانِ فرنگ کی سازش پورے طور پر کامیاب ہو گئی ہے، جنھوں نے ان ممالک کو چند عبادات اور اسلامی شعائر کو چھوڑ کر بالکل اپنے رنگ میں رنگ لیا ہے، اور حکومت کے دفاتر سے لے کر قومی زندگی کے تمام شعبوں اور دائروں، سکونتی مکانات اور ہوٹلوں میں بعض اوقات یہ پہچاننا مشکل ہو جاتا ہے کہ ہم کسی مسلم ملک میں ہیں یا کسی خالص مغربی ملک میں، ملی تشخص، اور دین کے ساتھ زندہ اور طاقتور ربط کے لئے ضروری ہے کہ اسلام کا پیدا کیا ہوا مخصوص تمدن اور طرز زندگی بھی ان ملکوں میں کارفرما ہو کہ تمدن اور زندگی کا چولی دامن کا ساتھ ہے۔

۸۔ عالم اسلام کی اس وقت ایک بڑی ضرورت یہ ہے کہ ایک ایسی فکری قیادت ابھرے جو مغربی تہذیب کا جرأت، اعتماد اور قوت اجتہاد کے ساتھ سامنا کرے اور تہذیب جدید کے مختلف سانچوں، مکاتیب فکر، اور طریقہائے عمل کے درمیان ایک نیا راستہ پیدا کرے ایسا راستہ جو تقلید، نقل، غلو اور انتہا پسندی سے محفوظ، ظاہری اشکال، مظاہر اور سطحی نقطۂ نظر سے بلند ہو، حقائق اور وسائل قوت اور مغز کی طرف متوجہ ہو اور اس کے ظاہری خول میں نہ الجھے، مغربی تہذیب اور علوم کے ساتھ خام مال (RAW MATERIAL) کا سا معاملہ کرے اور اس سے ایک نئی طاقتور تہذیب کی عمارت تعمیر اور زندگی کا ایک نیا ڈھانچہ تیار کرے جو اس کے مقاصد اس کے عقیدے اور اس کے اصول اخلاق کے ساتھ ہم آہنگ ہو، یہ وہ انقلاب انگیز اور مجتہدانہ کام ہے جس کے بغیر عالم اسلام حقیقی طور پر آزاد و خود کار نہیں ہو سکتا۔

۹۔ ان حکومتوں کو جو مسلم اکثریت کے ممالک میں دین پسند اور اسلام دوست عناصر سے برسر پیکار ہیں، اور وہاں ایک معنوی و اعتقادی نسل کشی (GENOCIDE) کی مہم جاری ہے، اور اس پر اس ملک کے قائدین اور حکمرانوں کی (جو کسی فوجی انقلاب کے نتیجہ میں یا کسی سازش کے ماتحت) حکومت و اقتدار میں آگئے ہیں بہترین توانائیاں صرف ہو رہی ہیں، نیز بعض ان عرب ممالک کے سربراہوں کو جو دینی حقائق و مفاہیم، اور شرعی احکام و نصوص میں ایسی تبدیلی لانا چاہتے ہیں، جو ان کے سیاسی اغراض، شخصی کمزوریوں یا غیر ملکی منصوبوں کی کامیابی میں مدد کر سکیں، یہ باور کرانے کی کوشش کرنا کہ یہ حکمت عملی نہ تو قومی سالمیت اور استحکام کے لئے مفید، اور انتشار انگیز کوشش ہے، جو ہر مسلم ملک میں ناکام ہو چکی ہے، ان کو ان مقاصد اور کوششوں کی طرف متوجہ کرنا جو ملک کے لئے حقیقی طور پر مفید اور اس کی طاقت و حفاظت کا ذریعہ ہیں۔

اسی طرح سے ان مسلمان حکومتوں اور ان کے سربراہوں کو جن کے دل میں اسلام کی عزت و محبت ہے، شریعت اسلامی کے نفاذ، اور اسلامی قوانین کے اجراء پر اور اس مقصد کے لئے مناسب فضا اور ماحول تیار کرنے پر آمادہ کرنا، اور اس بات کا یقین دلانا کہ یہ تبدیلی خدا کی طرف سے فتح و نصرت، اور معاشرہ میں سعادت و برکت پیدا ہونے کا موجب ہوگی۔

اسی کے ساتھ عالم اسلام میں ایک ایسی مرکزی قیادت کے عالم وجود میں آنے کی فکر جو شورائیت کے اسلامی اصول اور "تعاونوا علی البر والتقوی" کی بنیاد پر قائم ہو اور اپنی اس کوتاہی اور محرومی پر کم سے کم تأسف و ندامت کہ اس وقت عالم اسلام خلافت کے اس ضروری ادارے، اور اس مبارک نظام سے محروم ہے، جس کے قیام کے مسلمان مکلف بنائے گئے تھے اور جس سے محرومی کا جرمانہ وہ مختلف شکلوں میں ادا کر رہے ہیں۔

۱۰۔ جہاں تک خالص غیر مسلم ممالک کا تعلق ہے، وہاں اسلام کا ایسا مؤثر اور معقول تعارف اور اس طرح اسلامی دعوت کا پیش کرنا جو اسلام کے مزاج اور اس زمانہ اور ان قوموں کی نفسیات کے مطابق ہے، اس لئے کہ ان ممالک میں اصیح دین اور روحانی و اخلاقی تعلیم کا خلا موجود ہونے اور تہذیب حاضر کی ناکامی کی وجہ سے اسلام کے لئے روشن امکانات پیدا ہو گئے ہیں اور اس کی اشاعت کا وسیع میدان پایا جاتا ہے۔

جہاں تک ان ممالک کا تعلق ہے جن میں مسلم اقلیتیں پائی جاتی ہیں، وہاں مسلمانوں کو اپنی نئی نسل کی دینی تعلیم کے آزاد و خود کفیل انتظام، اپنے پرسنل لا کے تحفظ، نئے نئے قوانین کے بارے میں بیدار مغزی اور خودداری کا ثبوت دینے کے ساتھ ان ممالک کی اخلاقی قیادت کے خلا کو پُر کرنے کی طرف توجہ کرنے کی ضرورت ہے جس کو صرف وہی پُر کر سکتے ہیں اور جس کے ذریعہ سے وہ نہ صرف اپنی افادیت و ضرورت ثابت کر سکتے ہیں بلکہ اس بر سر انحطاط معاشرہ، اور ان زوال پذیر ملکوں کے نجات دہندہ اور معمار بن کر ان کے محبوب رہنما، اور محترم قائد بھی بن سکتے ہیں، اور اس طرح اسلام کے لئے خدمت اور ان مسلمانوں کے لئے عزت و اعتماد کا راستہ کھل سکتا ہے، جو مخصوص سیاسی حالات اور گزشتہ تاریخ نے اگر بند نہیں تو سخت دشوار گزار بنا دیا ہے۔

تاریخ انسانی بلکہ درحقیقت نسل انسانی کی اس نئی صدی کے آغاز میں ایسے دانشگار کی طرف ٹکٹکی لگی ہوئی ہے، جو نہ صرف اسلام بلکہ عصر حاضر کی ان ضرورتوں کی تکمیل کریں اور ایسے مجتہدانہ اور جرأت مندانہ اقدامات کریں، جو تاریخ کے دھارے کو بدل دے، زمانہ کا حقیقت شناس، فراخ نظر اور کشادہ دل مؤرخ قلم ہاتھ میں لئے ہوئے اس انقلاب کے کرنے والوں کے کارناموں کو سنہرے حروف سے لکھے اور ان کے انجام دینے والوں کو خراج عقیدت ادا کرے۔

مکمل حواشی

۱؎ پروفیسر ہٹی (HITTI) نے (جیسا کہ پروفیسر خلیق احمد نظامی نے اپنی کتاب "تاریخ مشائخ چشت" میں نقل کیا ہے) اسی حقیقت کی طرف اشارہ کیا ہے وہ لکھتا ہے کہ:

"سیاسی اسلام کے نازک ترین لمحات میں، مذہبی اسلام نے بعض نہایت شاندار کامیابیاں حاصل کیں" (HISTORY OF THE ARABS P. 475)

یعنی اسلام نے ایک دین اور جاوداں پیغام کی حیثیت سے کامیابی و کامرانی حاصل کی جبکہ اسلام ایک نظام حکومت کی حیثیت سے بعض اوقات شکست و ہزیمت سے دوچار ہوا، واضح رہے کہ اسلام میں دین و سیاست کی کوئی تفریق نہیں ہے جیسا کہ ہٹی کی عبارت سے مترشح ہوتا ہے۔

یہی بات ہالینڈ کے ایک فاضل مؤرخ لوکے گارڈ (FREDE LOKKEGAARD) نے بھی کہی ہے:

"گو اسلام کا سیاسی زوال تو بار بار ہوا لیکن روحانی اسلام میں ترقی کا سلسلہ ہمیشہ جاری رہا"

۲؎ ملاحظہ ہو مصنف کا رسالہ "انسانی و تہذیبی جاہلیت کا المیہ اور اس سے سبق" شائع کردہ "مجلس تحقیقات و نشریات اسلام لکھنؤ" (اردو، عربی، انگریزی، بنگالی ایڈیشن)

۳؎ کسی کام کو محض اللہ کے وعدوں پر یقین اور اس کے موعود اجر و ثواب کے لالچ میں انجام دینے کو "احتساب" کہتے ہیں۔ ۴؎ تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو مصنف کی کتاب "منصب نبوت اور اس کے عالی مقام حاملین" (اردو، عربی، انگریزی)

۵؎ ملاحظہ ہو مصنف کی کتاب "الطریق الی المدینۃ" یا اس کا ترجمہ "کاروان مدینہ"۔

۶؎ تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو مصنف کی اس عنوان پر مستقل تصنیف "نحو التربیۃ الاسلامیۃ الحرۃ" یا ان کی کتاب "مسلم ممالک میں اسلامیت و مغربیت کی کشمکش" عنوان "مغربی نظام تعلیم" اور "زہر کا تریاق" ص ۲۲۰-۲۳۳

۷؎ تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو مصنف کی کتاب "مسلم ممالک میں اسلامیت و مغربیت کی کشمکش" عنوان "قانون اسلامی کی تدوین جدید کی ضرورت" ص ۲۵۱-۲۵۵

۸؎ اس موضوع پر مصنف کا مستقل رسالہ ملاحظہ ہو "اہمیۃ الحضارۃ فی تاریخ الدیانات وحیاۃ اصحابہا" (مذاہب کی تاریخ اور ان کے پیروؤں کی زندگی میں تمدن کی اہمیت) شائع کردہ دار عرفات رائے بریلی۔

۹؎ تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو "مسلم ممالک میں اسلامیت و مغربیت کی کشمکش" عنوان "عالم اسلام کا سب سے بڑا خلا" ص ۲۷۶-۲۸۱

۱۰؎ ملاحظہ ہو دینی تعلیمی کونسل اتر پردیش اور مسلم پرسنل لا بورڈ (مونگیر) کی طرف سے شائع کیا ہوا لٹریچر۔

۱۱؎ تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو مصنف کا رسالہ "تحریک پیام انسانیت" کے بارے میں ایک اہم انٹرویو شائع کردہ "حلقہ پیام انسانیت" لکھنؤ۔

بقیہ: اداریہ

کہ کامیابی کا راز انسانی سعی و کوشش میں مضمر ہے نہ کہ ماہ و سال اور صدی کے آنے جانے میں مولانا نے اس موقع پر پندرہویں صدی کے لئے دس نکاتی پروگرام بھی پیش کیا تھا اس پر عمل کیا جاتا تو اس وقت شاید عالم اسلام کا نقشہ کچھ اور ہوتا۔ بہرحال پندرھویں صدی کے آٹھ سال گذر گئے اور اب نواں سال شروع ہو گیا ہے۔ ہمارے وہ سادہ لوح مفکرین اور اہل قلم جنھوں نے نفس صدی کو مسلمانوں کی صدی سمجھ لیا تھا اور جشن منایا تھا۔ ان کو اس خوش گمانی اور خوش خیالی بیجا کے خول سے باہر نکل کر قرآنی حقیقت لیس للانسان الا ما سعی کے آئینہ میں اپنی تصویر بنانے کی فکر کرنی چاہئے اور ان راہوں پر چل پڑنا چاہیے جن سے قومیں ابھرتی اور ترقی کرتی ہیں۔ اب ہم کو روایات و حکایات کے دائرہ سے نکل کر عمل کے میدان میں قدم رکھنا چاہیے، ان خطوط کی روشنی میں جو اسلام نے ہم کو دیئے ہیں اپنی تاریخ اور مثالی شخصیتوں کو پیش کر کے خوش ہو لینے کا کام عرصہ سے جاری ہے۔ اس نے ہم کو کچھ دیا نہیں اس لئے کہ ہم اس کو محض فخر و مباہات کے طور پر بیان کرنے کے عادی ہو گئے ہیں اس کو مشعل راہ نہیں بنایا اسی لئے اقبال نے افسوس و شکایت کے انداز میں کہا تھا

یہ امت روایات میں کھو گئی
حقیقت خرافات میں کھو گئی

آخر میں ہم یہی کہیں گے کہ اے معمار حرم! تو خیال و گمان کی دنیا سے نکل کر عمل اور ہمت و حوصلہ کے میدان میں آ اور ذلت و نکبت کے داغ کو دھو دے وہ انسانیت جس کو یورپ نے موت کے دروازہ پر لا کھڑا کر دیا ہے فریادی نگاہوں سے تیری طرف دیکھ رہی ہے۔ تو اٹھ اور اس کی دستگیری کر تو امت دعوت ہے تیرے لئے مغرب کی غاشیہ برداری اور کشکول گدائی مناسب نہیں، تیرا انتخاب تو دنیا کی رہنمائی کے منصب عالی اور عالم انسانی کی ہدایت کی مسند رفیع کے لئے ہوا ہے۔

ع "معمار حرم باز بہ تعمیر جہاں خیز"

امت مسلمہ کو کیا کرنا چاہئے اس کی تفصیل مفکر پر مولانا سید ابوالحسن علی ندوی مدظلہ کے دس نکاتی پروگرام ملاحظہ فرمائیں جو مولانا مدظلہ نے پندرہویں صدی کے آغاز پر پیش فرمایا تھا۔

بقیہ: محبت فاتح عالم

قبیلہ طے کی عورتیں اشکبار ہو گئیں اور عرض خدا ہوئیں۔ یا رسول اللہ! اب آپ نے دنیا کی قید سے رہائی فرما دی تو ہمیں آخرت کی قید سے بھی خلاصی نصیب فرما دیجئے۔ اور اگلے لمحہ ہی وہ جام وحدت سے سرشار ہو گئیں۔

آئے تھے پاک و مکرم بنکر
آیا نہ کوئی رحمت عالم بنکر

کہنے والے نے سچ کہا۔ تلوار سر کاٹتی ہے۔ کردار دل جیتا ہے۔ تلوار کی پہونچ گلے تک اور کردار کی پہونچ دل کی گہرائی تک ہوتی ہے جہاں تلوار ناکام ہوتی ہے وہاں کردار فتح کا جھنڈا گاڑتا ہے۔ تیر و تلوار کی طاقت سے زمین تو چھینی جا سکتی ہے۔ مگر کسی کا دل نہیں جیتا جا سکتا ہے۔ دلوں کو ہاتھ میں لینے کیلئے ضرورت ہے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق حسنہ کی یہی گر ہے دل جیتنے کا۔

افکار کی بے ضمیری

انگریزی سے ترجمہ ۔۔۔ محمد شناہاشہ

["دی ایشین وال اسٹریٹ جرنل" میں کارل مارکس، شیلی، فرائڈ اور ترقی پسندوں کے دوسرے آقاؤں کے بارے میں "پال جونسن" PAUL JOHNSON کا ایک مضمون شائع ہوا تھا، اصل مضمون کی سرخی کا ترجمہ "نوع انسانی کے بے ضمیر بہی خواہ ۔۔۔ نظریہ اور عمل میں ناقابل عبور خلیج" ہے، سرخی میں معمولی تبدیلی کے ساتھ مضمون کا اردو ترجمہ پیش کیا جا رہا ہے]

گزشتہ دو صدیوں سے دانشوروں کے اثرات پہلے کے مقابلہ میں بہت زیادہ راسخ اور قوی ہو گئے ہیں، درحقیقت ایسا اس لئے ہوتا رہا ہے کہ شروع ہی سے یہ دانشور، پادری، انشاپرداز، کاہن اور فال نکالنے والوں کی حیثیت اور مقام حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہوئے معاشرہ کی قیادت و رہنمائی کے بلند بانگ دعوت کرتے آئے ہیں۔

والیٹر اور روسو کے زمانہ ہی سے ایک سیکولر اور غیر جانبدار "دانشور" پادریوں کے زوال کے بعد ان کی جگہ پر کرنے لگا تھا، اور وہ زیادہ خود پسند، مغرور، مسلط ہو جانے والا اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ پادریانہ عمل سے زیادہ خطرناک ثابت ہو رہا ہے۔

یہ پی۔ بی شیلی تھا جس نے ۱۸۲۱ء میں اپنے رسالہ IN DEFENCE OF POETRY (شاعری کے دفاع میں) میں لکھا تھا "شعراء دنیا کے غیر تسلیم شدہ مقنن ہیں" یہ دعویٰ اب باقاعدہ شکل نہ رکھنے والی ایک ایسی جماعت کے نزدیک مسلمہ اور مقبول ہو چکا ہے جو اپنے آپ کو دانشور یا ذہین طبقہ سمجھتی ہے

ان دانشوروں کے علمی اثرات اسی وقت سے بہت زیادہ پھیل گئے تھے جیسا کہ لیونال ٹریلنگ نے کہا تھا "دانشور اب طاقت سے مسلح ہو چکا ہے، شاید تاریخ میں ایسا اس سے پہلے کبھی نہیں ہوا تھا اب بذات خود اس کا مؤثر طاقت ہو جانا مسلم ہو چکا ہے"

دو گروہ

میں سمجھتا ہوں کہ نوع انسانی کے اپنے ہم جنسوں کو متاثر کرنے والے افراد کو دو گروہ میں تقسیم کیا جا سکتا ہے ایک تو وہ گروہ ہے جس کی دلچسپی اور فکر کا محور عام انسان ہیں، دوسرے وہ لوگ ہیں جن کی دلچسپی کی جولان گاہ یا دائرہ کار افکار و خیالات ہیں، پہلا گروہ علمی نقطۂ نظر رکھنے والی جماعت کی تشکیل کرتا ہے اور بہتر منتظمین، مدبرین اور سیاست داں پیدا کرنے کا رجحان رکھتا ہے، دوسرا گروہ دانشوروں کا ہے، افکار سے ان کی وابستگی اگر جذباتی ہوتی ہے اور صرف جذبات ہی نہیں بلکہ وہ علمی پروگرام بھی رکھتے ہیں تو یہ یقینی ہے کہ جیسی بھی طاقت انہیں حاصل ہوگی، اس کا وہ غلط استعمال کریں گے، حکومت سے متعلق ان کے افکار و خیالات کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ مسند اقتدار پر آنے کے بعد ان کا طرز عمل کیا ہوتا ہے لوگوں کے ساتھ حقیقتاً کس طرح برتاؤ اور سلوک کرتے ہیں اور اصلاً وہ کیا خواہش رکھتے ہیں، یہ دانشور پہلے عام بنیادی اصول سے اپنے خیالات کو الگ کر لیتے ہیں، پھر عام انسانوں پر انہیں مسلط کرنے کے لئے اسباب و وسائل تلاش کرتے ہیں۔

تمام دانشور انسانیت سے محبت اس کی اصلاح، اور اس کے فوز و فلاح کے لئے کام کرنے کے جھوٹے دعوے کرتے آئے ہیں، لیکن جس انسانیت سے وہ "محبت" کے دعوے کرتے ہیں وہ حقیقی افراد سے عبارت نہیں جس سے انسانیت ترکیب پاتی ہے بلکہ ان کے بجائے خیالی انسان ہوتے ہیں، وہ لوگ خصوصیت کے ساتھ افراد انسانی مردوں اور عورتوں کی خدمت کے بجائے "عمومی انسانیت" کی خدمت کا نعرہ لگاتے ہیں اور صرف خیالی دنیا میں انسانیت کی خدمت کرتے ہیں اور خیالات ہی کی دنیا پر مسائل کا حل پیش کرتے ہیں، اصل خطرہ کا مقام یہی ہے، وجہ یہ ہے کہ جب فکری و خیالی حل سے لوگوں کا ٹکراؤ ہوتا ہے تو انہیں غیر نمائندہ قرار دے کر نظر انداز کر دیا جاتا ہے پھر جب عام افراد انسانی ان افکار و خیالات کی مسلسل مزاحمت کرتے اور رکاوٹ ڈالتے ہیں تو ان کے ساتھ دشمنوں کا سا سلوک کیا جاتا ہے اور انہیں "عمومی انسانیت" HUMANITY IN GENERAL کے دشمنوں کے زمرہ میں شامل کر لیا جاتا ہے!

چنانچہ اس چیز کے لئے راہ کھل جاتی ہے جس کے لئے AUDEN (آڈن) اپنے زمانہ کے سخت متشدد دانشور نے اپنی پسندیدہ اصطلاح استعمال کی تھی کہ یہ تو "لازمی قتل" ہے دشمن طبقوں کی تحلیل و تصفیہ" اور "آخری حل" جیسی بالترتیب لینن اور نازی تعبیریں اسی دانشورانہ طریقہ کار کے مختلف مراحل ہیں۔

دوسرے اشخاص کی ضروریات اور نقطہائے نظر سے دلچسپی بلاشبہ ان لوگوں کی خصوصیات میں سے ہے جو جذباتی انداز سے صرف خیالات ہی سے متعلق اور وابستہ ہوتے ہیں، اس لئے کہ ان کی نگاہ اولیں فطری طور سے اپنے ذہن کے خیالات کی قدر و اہمیت کی تعین ہی پر مرکوز ہوتی ہے اور پورے طور پر خود پسند ہو جاتے ہیں، ان میں نرگسیت آجاتی ہے، ایسے دانشوروں کی بے اعتنائی یا دشمنی کا رخ صرف ان ہی لوگوں کی طرف نہیں ہوتا جو عمومی انسانیت کی خدمت کے سلسلے میں ان کی اسکیموں کے در و بست میں فٹ نہیں ہوتے، بلکہ خود اپنے حلقہ کے وہ لوگ بھی نشانہ بنتے ہیں جو کسی وجہ سے اپنی زندگی میں ان کے متعین کردہ خصوصی کردار ادا کرنے سے انکار کرتے ہیں!

استحصال کے اساتذۂ فن

میں جس قدر صف اول کے "دانشوروں" کی زندگیوں کا مطالعہ کرتا ہوں، اتنا ہی زیادہ مجھے کم ہمت، مردم ستیز، عمومی تباہی و غارت گری کرنے اور مصیبتوں میں مبتلا کرنے والے کرداروں کا علم ہوتا ہے جس کو میں خیالات کی بے ضمیری اور مظالم پسندی کا نام دیتا ہوں، ہر "سیکولر" دانشوروں کی کثرت سے مزید قابل ذکر نمونے سامنے آتے ہیں۔

شیلی (۱۷۹۲ء تا ۱۸۲۲ء) جدید مغربی ترقی پسند دانشوروں کا پہلا نمونہ تھا، جہاں تک ANGLO-SAXON (انگریزی اور سیکسن زبان) بولنے والے ممالک کا تعلق ہے اس نے عوامی معاملات و واقعات پر اثر انداز ہونے کیلئے "ارباب فکر و دانش کے حقوق" کا نظریہ وضع کیا، شاعر اور دانشور طبقہ ہی سچا مقنن ہے" اس لئے کہ خیالات سے وابستگی اور وفا شعاری میں وہ مخلص ہوتے ہیں جو اس دنیا کے لوگوں پر آشکارا نہیں ہوتے، یہ دنیا جو کہ عام سے خاص نہیں ہے، لہٰذا اس سے انہیں کوئی دلچسپی نہیں ہوتی۔

لیکن شیلی نے اپنی زندگی میں اس طرز عمل کا مظاہرہ کیا جس کو ترقی پسند دانشوروں کی "امتیازی" ناکامی کا نمونہ قرار دیا جا سکتا ہے، یہ اس کے خصوصی برتاؤ اور سلوک کے ساتھ اس کی اپنی عمومی فیض رسانی کا موازنہ ہے۔ شیلی جس پر بھی اپنی جذباتی یا جسمانی طاقت کو استعمال کرتا تھا اس کے ساتھ عام انسانی برتاؤ بھی عام لوگوں کے معیار سے گرا ہوا اور نابکار ہوتا تھا۔

جو بھی پروانہ یا پتنگا اس کی ظالم شمع کے قریب آتا ضرور جھلس جاتا، اس کی پہلی بیوی ہیریٹ HARRIET اور داشتہ فے گوڈون FAY GODWIN دونوں نے خودکشی کر لی جب شیلی نے انہیں دغا دی اور بے یار و مددگار چھوڑ دیا۔ شیلی نے اپنے خطوط میں اپنی بیوی اور داشتہ کی ان تمام حرکتوں کی علانیہ مذمت کی ہے جو اس کے لئے رنج و تکلیف کا سبب بنی تھیں، معلوم ہوتا ہے کہ ایسا اس وقت ہوا تھا جب شیلی اپنی دوسری بیوی میری MARY کو دغا دینے کے قریب تھا (جو FRANKEN STEIN نامی کتاب کی مصنفہ تھی) غرق ہو کر اس کی موت نے شیلی کیلئے اس کو تکلیف پہونچانے کے مواقع ختم کر دیئے تھے، ہیریٹ سے اس کے بچوں کو عدالت کی نگہداشت میں دے دیا گیا، شیلی نے اپنے بچوں کو بالکل ہی ذہن سے نکال دیا اور انہیں اپنے والد کی زبان سے کبھی بھی ایک لفظ تک سننا نصیب نہ ہوا، ایک دوسرا بچہ جو ناجائز اولاد تھا NAPLES FOUNDING HOSPITAL میں مر گیا، شیلی اس سے دست بردار ہو گیا تھا۔

شیلی عورتوں اور نوکروں سے ناجائز فائدہ اٹھانے کے فن میں خصوصی ماہر تھا اس نے اپنے اسکول مسٹریس (داشتہ مکتب) الائزا ہچنر کی زندگی کو تباہ کر ڈالا۔ اپنے بستر اور سیاسی اسکیموں کیلئے، شیلی نے اس کو ورغلایا پولیس کے جنگل میں پھنسایا، اس کی بچت میں سے ایک سو پاؤنڈ قرض لیا جو کبھی ادا نہیں کیا گیا، پھر تنگ خیالی اور خود پرستی کا الزام تھوپ کر اس کو چھوڑ بیٹھا۔ دوسرے لوگ بھی اس کی اذیتوں کے شکار ہوئے جن میں اکثر مہاجن، عورتیں اور تاجر ہوتے تھے شیلی ہمیشہ نوکر رکھتا تھا مگر کسی کو بھی پوری تنخواہ نہیں ملتی تھی۔

سبیلی کی زیادتیوں نے بھی اس کے انتہائی درجہ کے اعتماد کو متزلزل نہیں کیا جسے وہ کوشش کردہ غیر متبدل حالات اور دیانت کہتا تھا، تنقید نے جس سے وہ پورے طور پر آراستہ تھا اس کو سرد بنا کر چھوڑ دیا تھا!

"میں نے بہت جلد اس سے بے توجہی برتی اور قطع تعلق کیا جو ہمارے ضمیر و شعور کے علاوہ کسی چیز یا کسی شخص کو برتنے پر مجبور کر دے" اپنے ایک دوست سے اس بات کی تشریح کرتے ہوئے کہ وہ اپنے بیوی کا ساتھ کیوں چھوڑ رہا تھا اور ایک دوسری عورت کو لیکر کیوں بھاگ رہا تھا اس نے لکھا "میں پوری طرح آمادہ ہوں اور یہ بات ذہن نشین ہے کہ (اور میں اس قابل بھی ہوا) میں ثابت قدم اور وفادار ثابت ہوں گا، انسانیت کا ایک مفید بہی خواہ ہوں گا اور سچائی اور خیر کا بے خوف داعی، پشت پناہ اور وکیل ہوں گا"

کارل مارکس (۱۸۱۸ء تا ۱۸۸۳ء)

ایسے انسانوں کی ایک دوسری مثال تھا، جس کو یہ یقین و اطمینان ہو کہ اس کا وظیفہ لوگوں کے سامنے خیالات پیش کر دینا ہے، اس کا بے درد، غیر دانشورانہ، اور غیر ذمہ دارانہ ظلم و تعدی اپنے حلقہ بگوشوں کے حق میں اجتماعی زیادتی کی دور کی پرچھائیاں تھی، اس کے خیالات اسی وقت ترقی اور رواج پا سکتے تھے جب وہ لوگ مکمل طور پر سوویت اسٹیٹ پالیسی کے سب سے نمایاں افراد ہوتے، اس کے باپ نے جو خود اس کے بارے میں خائف تھا، کارل مارکس کے خطرناک عیب کی نشاندہی کرتے ہوئے کہا تھا "تمہارے دل پر انانیت پوری طرح حاوی ہے" مارکس خصوصاً اپنے ماں کیلئے نفرت انگیز تھا جو اس کو اس کی معاشی ناعاقبت اندیشی، فضول خرچی اور نقد روپے لینے کیلئے دق کرنے کی مسلسل کوششوں پر جھنجھلا کرتی تھی۔

مارکس کے بلند پرواز خیالات

اور عملی طور پر اس کے سلوک اور طرز عمل کے درمیان ایک وسیع عریض خلیج حائل تھی، اس کو کسی راہ سے ایک بڑی رقم داشت میں ملی تھی، اس کے نوکر بھی دو سے کبھی کم نہ رہے، مارکس کو ہمیشہ ایک اندیشہ دامن گیر رہتا تھا جس کو وہ پرولتاری تیلم سے تعبیر کرتا تھا اس نے اپنی بیوی کو خطوط بھیجنے کے لئے مہر کر رکھا تھا جس میں ان کا ذکر Nee Baronesse von Westphalen سے کیا گیا تھا۔

مارکس نے اپنی تینوں لڑکیوں کو کسی پیشہ کی تربیت پانے یا کسی چیز کے سیکھنے کا موقع نہیں دیا، ہاں صرف پیانو... "Piano" بجانے کے مواقع فراہم کئے، مارکس کی ظاہر داریاں چاندی، سونا اور حتیٰ کہ اپنی بیوی کی پوشاک کو رہن رکھنے کے ذریعہ قائم رہیں، اس نے اپنی بیوی کے ایک نوکر کو ورغلا کر گمراہ کیا اس سے ایک بچہ پیدا ہوا، پھر فریڈرک انگلس کو اس کی ولدیت تسلیم کرنے پر مجبور کیا، مارکس کی لڑکی Eleanor نے ایک بار ایک خط میں اپنے دل کی آواز رقم کر دی اس نے لکھا تھا "یہ تعجب خیز نہیں کہ آپ بالکل متضاد چیزوں کے خوگر ہو گئے ہیں آخر ہم کیسے ان تمام باتوں پر عمل کر سکتے ہیں جس کے نہ کرنے کی ہم دوسروں کو نصیحت کرتے ہیں" اس کے بعد ہی اس نے خودکشی کر لی۔

مارکس کی پوری زندگی اپنی بیوی، لڑکیوں اور دوستوں کے معاشی یا جذباتی استحصال ہی کی عملی مشق تھی، مارکس کی زندگی کا مطالعہ یہ تاثر دلاتا ہے کہ انسانی رنج والم کی جڑیں، خاص کر مفلسی جس کی وجہ سے استحصال ہو، جماعتوں یا زمروں کے استحصال پر قائم نہیں، بلکہ خود غرض افراد کے ذریعہ دوبدو استحصال میں پیوست ہیں

دوسروں کے نزدیک یہ بے تعلق اور اختلاف ایک عظیم سماجی انسان کی بشری ناکامی نہیں ہے، بلکہ مارکس کے کاموں کا مرکزی حصہ ہے، مارکس کی دلچسپی واقعی نوع انسانی سے نہیں تھی کہ وہ لوگ کس طرح محسوس کرتے ہیں اور کیا چاہتے ہیں، اس نے عوامی جلسوں کے اسٹیج کے علاوہ کبھی بھی "پرولتاریوں" کے کسی فرد سے ملاقات نہیں کی ایک کارخانہ کا انتظام و انصرام کے سلسلہ میں اینگلس کی پیش کش کو رد کر دیا اس نے کبھی کسی کارخانہ کی زیارت نہیں کی کبھی سرمایہ دار سے ملنے یا اس کے سوالات کرنے کے لئے کبھی اس کو تلاش کرنے کے بارے میں نہیں سوچا، ہاں ہالینڈ میں اس کا ایک چچا اس سے مستثنیٰ ہے، مارکس کی معلومات اور اطلاعات کے ذرائع کی کل کائنات کتابیں اور خاص کر حکومت کی Blue books تھیں (کسی خواص مسئلہ یا اعلام و مشاہیر کے ناموں کی گائیڈ بک کو بلیو بک کہتے ہیں)

یکساں حالات ہیں

میں سمجھتا ہوں کہ یہ بات محض اتفاقی نہیں تھی کہ لینن نے روس کا ڈکٹیٹر بننے سے پہلے کبھی کسی کارخانہ میں قدم تک نہیں رکھا اور ہمارے علم کی حد تک محنت کش مزدوروں سے حقیقی ربط و تعلق بھی نہیں رکھا جن کے متعلق اس کا دعوی تھا کہ ان کی زندگی بدلنی چاہئے۔ وہ بھی ایک مکتبی اشتراکی (Library Sociabst) تھا، اسٹالین نے بھی کبھی کسی محنت کش انسان یا دیہاتی کو اس بات کے انکشاف کیلئے تلاش نہیں کیا کہ عوام فی الواقع کیا چاہتے ہیں، اسٹالین کا کردار بھی افراد انسانی کے ساتھ انتہائی گھٹیا درجہ کا مذاق تھا، ان انسان نما عفریتوں نے انسانوں کے گوشت کھانے سے قبل نہ جانے کتنے حقائق کو اپنے معدے میں اتار لیا!! کوئی بھی کہہ سکتا ہے اس موضوع کے آخر تک راستہ میں نہ لکھے ہوئے پی۔ ایچ۔ ڈی کے مقالوں سے فرش بندی کرنا پڑے گی! ع

سفینہ چاہئے اس بحر بیکراں کے لئے!

درحقیقت بہت سے لوگوں نے اس طریقہ پر ماتم کیا ہے جس سے مارکسیت خود اپنے بانی کی عکاسی کرتی ہے کہا جاتا ہے کہ کاش مارکس فرائڈ کو پڑھنے کے قابل ہوتا لیکن اگر ہم فرائڈ کی زندگی کا جائزہ لیتے اور جانچتے ہیں تو ہمیں وہی علمی دہرا کردار (Dichotomy) نظر آتا ہے، نظریہ اور عمل اور خیالات اور لوگوں کے درمیان پائے جانے والی خلیج پشیلی اور مارکس کے برخلاف بہت سے معاملات میں بلکہ جرأت و شجاعت میں بھی فرائڈ ایک اچھا انسان تھا۔

سگمونڈ فرائڈ
[Sigmund Freud]

یہ بھی ایسے انسان کا دوسرا نمونہ تھا جس نے کبھی بھی اپنے خیالات کو اپنے ذاتی رشتہ یا لوگوں کے ساتھ خود اپنے برتاؤ کی اصلاح کرنے میں دخل اندازی کی اجازت نہیں دی! مارکس کے برعکس وہ Blue Books سے نہیں دیکھتا تھا بلکہ اس کی نظر خود اپنے ذہن پر تھی اسی میں اس نے نیکی اور خیر کے بے پایاں اسباب پائے۔ فرائڈ اپنی پوری زندگی میں ایک غلبہ و تسلط کو پسند کرنے والا شخص رہا۔

فرائڈ کی زندگی اپنے نوکر سے کچھ زیادہ تھی یہاں تک کہ وہ ایک پرانے انداز کے خادم کی طرح اپنے برش میں لوتھ پیٹ لگاتا تھا، فرائڈ نے کبھی اپنے کام یا نظریوں کے سلسلہ میں اس سے اظہار خیال نہیں کیا اور اپنے بچوں کی تربیت کے سلسلہ میں کبھی خود اس کا ساتھ دیکر اس کی حوصلہ افزائی نہیں کی۔ فرائڈ اپنے بچوں کو فیملی ڈاکٹروں کے پاس زندگی کے حقائق معلوم کرنے کیلئے بھیجتا تھا اس کا وسیع کنبہ مکمل طور پر اس کی اپنی ضروریات اور عادتوں کو پورا کرتا تھا جب ایک ملاقاتی شخص نے فرائڈ کی مسئلہ کو اٹھایا تو فرائڈ کی بیوی نے جواب دیا "ہم یہاں اس طرح کی کسی چیز پر بحث نہیں کرتے"

فرائڈ کی خاندانی و خانگی زندگی اور پیروکاروں کے ساتھ برتاؤ دونوں میں استحصال کا زور تھا Jung اور Alder جیسے لوگوں پر دغا اور غداری کا الزام تھا اور وہ منافق اور بدعتی سے متہم تھے، فرائڈ یہ نہیں یقین کر سکتا تھا کہ کوئی ایسا شخص جو کبھی اس کے اثر میں آگیا ہو پھر اس سے نکل جائے، زیرک اور سلیم العقل بھی ہو سکتا ہے، وہ سوچتا تھا کہ Jung جیسے بانی بدعت لوگوں کو دماغی علاج کی ضرورت ہے۔

جدید دانشور ہیں

جدید ترقی پسند دانشور اس طرح کے لوگوں سے بھی ناکام اور شکست خوردہ ہیں جو ان کے خیالات میں حصہ نہیں لیتے، میں رابرٹ ایل ہیل بورنر کی کتاب "سرمایہ داری کی فطرت اور منطق" کا مطالعہ کر رہا ہوں اس کا کوئی ثبوت نہیں ہے کہ اس کتاب کے مصنف کو مارکس سے کچھ زیادہ سرمایہ داروں یا ان کے اسباب مہیا کرنے والے عوامل کے بارے میں صحیح اور واقعی واقفیت حاصل ہے ہیل بروز قطعی طور پر یہ فرض کرتا ہے کہ ابتداءً سرمایہ داری لوگوں پر طاقت کی مشق کے بارے میں ہے۔

میرے نزدیک یہ خام خیالی ہے، اس کے برعکس میں ڈاکٹر سیموئیل جونسن کی بات کو تسلیم کرتا ہوں انہوں نے کہا تھا "جناب شاذ و نادر ہی ایک انسان معصومانہ طور پر مستقر رہتا ہے جب وہ پیسہ حاصل کر رہا ہوتا ہے" جونسن کی رائے میں خود جان مینارڈ کینس بھی شریک ہے، وہ لکھتا ہے "یہ بہتر ہے کہ ایک انسان دیگر نوع انسانی کے مقابلہ میں اپنے بینک اکاؤنٹ پر ظلم کرے"

جونسن اور کینس ان بہت سے دانشوروں میں سے تھے جو دوسروں کو اردگرد پھینک دینے کی خواہش میں

بھی ہتھیار نہیں ڈالتے تھے یعنی وہ خواہش جو دانشوروں کو ایسے کام میں استعمال کرتی ہے جس کو صحیح تسلیم کیا جاتا ہے، مثال کے طور پر کہا جاتا ہے کہ خاتون ناول نگار فلسفی آئن رینڈ جس نے انسان کی عظمت و منزلت اور دوسروں کے کنٹرول سے زیادہ فرد کے آزادی کے حق کی حمایت کی تھی، اس نے ان تمام لوگوں کو نیچا دکھایا اور ان پر مسلط ہو گئی جو اس کی خانگی و ذاتی زندگی کے بارے میں معلومات حاصل کرنے آئے تھے۔

لیکن اس کے خاص اسباب ہیں کہ اکثر دانشوران کیوں اشتراکیوں کے ساتھ عام میدان میں ہوتے ہیں کینس صورت حال کی اصل نوعیت سے واقف ہے اس لئے کہ لالچ طاقت کے استعمال کرنے کے ارادوں سے کہیں کم خطرناک ہے، خصوصاً لوگوں پر طاقت استعمال کرنے سے، یہ خیالات کی تشکیل نہیں ہے جن میں غلط رہنمائی ہو سکتی ہے بلکہ ان خیالات کو دوسروں پر مسلط کرنے کی خواہش ہے، یہ دانشوروں کا سفاک اور لعنت انگیز گناہ ہے یہی وجہ ہے کہ وہ دائیں بازو کی اپنی افتاد طبع سے اقتدا کرتے ہیں اس لئے کہ سرمایہ داروں کیلئے راہ ہموار ہو جائے گی اگر کوئی اس کو روکنے کیلئے کچھ نہ کرے، یہ سرمایہ داری ہی ہے جس کی ابتدا ہی میں دانشوروں کے لئے بڑے اہم دور رس کردار فراہم کئے جاتے ہیں، پھر ایک خاص ضابطہ کے مطابق اس کی تشکیل ہوتی ہے پھر زبردستی لوگوں پر تھوپ دی جاتی ہے۔

ترقی پسند "دانشور" اپنی عادت کے مطابق دالرمپی کے ان خیالات کا پرجوش خیر مقدم کرتے ہیں جو طاقت کے استعمال کے سلسلہ میں ہیں، فرائنڈ نے مثلاً اپنے آپ کو "امکانی استقبالی فاتح" سے موسوم کیا تھا (یہ اس کے استعمال کردہ الفاظ ہیں) جو تلوار سنبھالنے کے بجائے قلم سنبھالے اور سپاہیوں اور فوجیوں کے بجائے اپنے ہمنواؤں کے لشکر سے تاریخ کو بدل رہا ہو مختصر یہ کہ شاید انہوں نے بحس اور کاہلانہ زندگی کا سبق دیا تھا۔ دانشوروں کو علی الاطلاق خواہ کتنی ہی قیمت چکانی پڑے، بہر حال وہ تشدد کا تجسس آمیز اور حیرت انگیز جذبہ رکھتے ہیں اس کو رو بہ عمل لانے والے کچھ عوام ہی ہوتے ہیں مگر دانشور عادۃً اور امتیازاً تشدد ہی کو روا رکھتے ہیں اور اس کیلئے غیر انسانی شرمیلے اور بے حوصلے الفاظ استعمال کرتے ہیں تاکہ وہ افکار بے چین انسانیت پر تھوپ دئے جائیں جن سے ان کا اتفاق ہے!

دو رنگی اور منافقت ہیں

انیسوی صدی کی کھنڈروں پر قائم ہونے والی بیسوی صدی میں خیالات کی تگ و دو اور عمل پذیری کیلئے تشدد کی اشتہا ہی "دانشوروں" کا اصل گناہ تھی مثال کے طور پر دانشوروں ہی نے بار بار اسٹالین، ماوزے تنگ، کاسترو اور ہوچی منہ جیسے بے درد اور سنگ دل عملی انسان اور اپنے تشدد پسند ہیرو کی مدح سرائی کی ہے۔ دانشور خاص خاص مواقع پر قتل اور ذبح کی کمیت پر معترض بھی ہوتے ہیں اور اس طرح مشکلات پیدا کر دیتے ہیں، وہ ایسے قتل اور ذبح پر معترض ہوتے ہیں جو "قتل ضروری" کی نقد تعداد ہو۔ انہوں نے تقریباً ہمیشہ یہ تسلیم کیا کہ اشتراکی یوٹوپیائیوں کو اگر ضروری ہو تو تشدد آمیز بنیادوں پر ایستادہ کیا جا سکتا ہے۔

میں پرانے ایڈیٹر کنگسلی مارٹن کی "New Statesman" کی تحریر کو ماوزے تنگ کے حق میں شریفانہ سرزنش کے لئے یاد کروں گا۔ جس نے تیس لاکھ انسانوں کا قتل عام کیا تھا، کیا اس صدر کیلئے اتنے انسانوں کا مار ڈالنا واقعی ضروری تھا؟ یہی بات اس کے ایک کشادہ دل آزاد خیال دوست لیونارڈ وولف سے ایک خط لکھانے کا باعث تھی۔ "مسٹر مارٹن کیا براہ کرم قارئین کو اس سوال سے مطلع کریں گے۔ موتوں کی زیادہ سے زیادہ تعداد کو اس نے مناسب خیال کیا تھا"؟ جب تشدد کے "آرام کرسی" کے انسان نے مغرب میں مسرت اور پسندیدگی کا اظہار کیا اور نقصانات سے اغماض برتا تو دانشوروں نے ہر جگہ زمانہ ہائے جدید کے کشت و خون میں حصہ لیا اور اکثر رہنمائی بھی کی، بہتوں نے CHEKA پیدا کرنے کیلئے مدد کی جو موجودہ K.G.P. کا مورث اعلیٰ اور جد امجد ہے — نازی ہون کنڈ اور عالمگیر بربادی کے تمہیدی واقعات میں تمام مدارج پر دانشور نمایاں اور ممتاز رہیں کمبوڈیا میں ۱۹۷۵ء کے واقعات جن میں پوری قوم کا پانچواں حصہ اور تیسرے حصہ کے درمیان لوگ بھوکوں مار ڈالے گئے یا قتل کر دئے گئے، مکمل طور پر دانشوروں کی ایک جماعت کی کارگزاری تھی جن میں اکثر ژاں پال سارتر کے شاگرد اور پیرو خواں تھے — بلکہ وہ سارتر کے اولاد تھے جیسا کہ میں سمجھتا ہوں۔

درس عبرت ہیں

جہاں کہیں بھی کوئی انسان یا کوئی نظام حکومت لوگوں پر خیالات مسلط کرنا چاہتا ہے، اور جہاں بھی سماجی مشین انتظام و انصرام کے غیر انسانی طریقہ حرکت و نشاط کے خون و گوشت پر مسلط کئے جاتے ہیں، گویا وہ مٹی یا سنگریزے ہوں، وہاں آپ کو کافی دانشور مل جائیں گے، لوگوں کی تباہی و بربادی اشتراکیت کی امتیازی سرگرمی ہے، خواہ سوویت سوشلزم ہو یا جرمن نیشنل سوشلزم یا مثال کے طور پر نسلی اشتراکیت کی نرالی صورت تھی جس کو apartheid (نسلی امتیاز و علیحدگی کی سیاست) سے موسوم کیا جاتا ہے اور جو جنوبی افریقہ میں پائی جاتی ہے، اسی طرح کے منحوس اور نامبارک خیالات مکمل طور پر ان دانشوروں کی ایجاد تھے۔ جو Steller bosch یونیورسٹی کے سماجی نفسیاتی شعبہ میں جڑے ہوئے تھے۔ افریقہ کی دیگر کلیت پسند خیال پرستیاں بھی مقامی دانشوروں کے کارنامے ہیں، خصوصاً سماجیاتی دانشوروں کے۔

لہذا ہماری صدی کے درس عبرت میں سے ایک یہ ہے کہ: دانشوروں سے ہوشیار! انہیں طاقت کے معدے سے صرف پوری طرح علیحدہ ہی نہ رکھنا چاہئے بلکہ انکو مخصوص شکوک کا موضوع بھی گردانا چاہئے جب کوئی اجتماعی مشورہ دینا چاہیں، .. دانشوران .. انتہائی انفرادیت پسند اور تقلید کرنے والے لوگوں سے دور ہوتے ہوئے بھی حقیقتاً ان لوگوں کے بنائے ہوئے دائروں میں انتہا پسند مقلدین یا مافوق المقلدین ہوتے ہیں جن کی تعریف و توصیف کے یہ جویا اور قدر داں ہوتے ہیں۔

یہی وہ چیز ہے جو انہیں عمودی نشان کی طرح اسقدر خطرناک بنا دیتی ہے، وجہ یہ ہے کہ یہی ان کو ثقافتی آب و ہوا پیدا کرنے کے قابل بنا دیتی ہے جس میں وہ اکثر بیشتر غیر عقلی تشدد آمیز اور المناک حرکت کے طریقے ایجاد کرتے ہیں۔

ہمیشہ یاد رکھئے شخصیتوں کو ہمیشہ خیالات سے پہلے آنا چاہئے کبھی دوسرے طریقہ سے نہیں!

بقیہ: عالم اسلام

مگر اب اسی علاقے میں امن قائم ہو جانے کی صورت میں عراق کی جارحی فوجی صلاحیت کو اسرائیل کے خلاف استعمال کیا جا سکتا ہے، اس سلسلے میں سرکاری لیڈروں کے بیانات کافی محتاط ہیں وزیر دفاع مسٹر آرنز شمر کا کہنا ہے کہ ان کے خیالات عراق و ایران کی طرف سے کسی نئی جنگ کا مستقبل قریب میں کوئی امکان نہیں ہے اس لئے اسرائیل کو اب کافی محتاط رہنا چاہئے۔

شریعت آرڈیننس کے تحت پاکستانی ٹی وی آرٹسٹوں کیلئے مخصوص لباس کی قید

اسلام آباد — پاکستان ٹی وی اپنے نئے سہ ماہی پروگرام میں جو آئندہ مہینے سے شروع ہو رہا ہے مرد اور عورت آرٹسٹوں کے لباس کے سلسلے میں رہبر اصول وضع کئے ہیں رہبر اصولوں کے بموجب جو شریعت آرڈیننس کے نفاذ کے بعد وضع کئے ہیں تمام خواتین آرٹسٹ سر سے دوپٹہ اوڑھیں گی اور چہرہ اور ہاتھوں کے علاوہ ان کے جسم کے تمام حصے ڈھکیں گے انہیں صرف ہلکا اور سادہ میک اپ کرنے کی اجازت ہوگی۔

جہاں تک مرد آرٹسٹوں کا تعلق ہے انہیں سوٹ پہننے کی اجازت نہ ہوگی وہ صرف کرتہ پاجامہ اور جناح کیپ کے ساتھ قومی لباس استعمال کریں گے۔ شریعت آرڈیننس پر سختی سے عملدرآمد کا اس وقت ثبوت مل گیا جب پاکستان ٹی وی نے آرڈیننس کے نفاذ سے قبل تیار ڈرامہ کو اس لئے منسوخ کر دیا کہ وہ رہبر اصولوں میں پورا نہیں اترتا تھا۔

پاکستان کی خواتین ملک کے مختلف حصوں میں شریعت آرڈیننس کے خلاف مظاہرے کر رہی ہیں کیونکہ وہ اس آرڈیننس کو اپنے حقوق پر کاری ضرب تصور کرتی ہیں مذہبی امور کے وزیر سید وصی مظہر ندوی نے اس الزام کی تردید کی ہے۔

عالم اسلام

محمود الازہار ندوی

بنگلہ دیش میں پھنسے بہاریوں کی پاکستان میں آبادکاری میں پیش رفت

پاکستان کے وزیر خزانہ ڈاکٹر محبوب الحق نے کہا ہے کہ پاکستان بنگلہ دیش میں محصور پاکستانیوں کا مسئلہ جلد از جلد حل کرنا چاہتا ہے انہوں نے کہا کہ اس ضمن میں ٹھوس اقدامات پہلے ہی کئے جا چکے ہیں اس سلسلہ میں انہوں رابطہ عالم اسلامی اور حکومت پاکستان کی جانب سے ایک ٹرسٹ کے قیام کا حوالہ دیا، انہوں نے بتایا کہ اب رابطہ عالم اسلامی، اسلامی ممالک سے فنڈ جمع کرنے میں مصروف ہے۔ ڈاکٹر محبوب الحق نے بتایا کہ صوبائی حکومتوں کو ابتدائی انتظامات کرنے کی ہدایت کر دی گئی ہے تاکہ وطن واپسی پر ان پاکستانیوں کی آبادکاری میں آسانی ہو اور انہیں رہائشی اور طبی سہولتیں فراہم کی جا سکیں۔

بلقانی ریاستوں میں ۸ ملین مسلمان ہیں

بلقانی کی ریاستوں میں ایک صدی پہلے منظم وجبری ہجرت کے باوجود اب بھی وہاں مسلمانوں کی بڑی آبادیاں ہیں، آج بھی وہاں ۸ ملین مسلمان ہیں جن کے اعداد وشمار یہ ہیں۔

یوگوسلاویہ میں ۵۰ لاکھ، بلغاریہ میں ۱۰ لاکھ، یونان میں ایک لاکھ ۲۰ ہزار، اور رومانیہ میں ایک لاکھ، جبکہ ۳۰ لاکھ آبادی کا ملک البانیہ ایک مسلم اکثریتی ملک ہے۔

پاکستان بنگلہ دیش کو ۵۰ ملین ڈالر کا قرضہ فراہم کرے گا۔

پاکستان نے بنگلہ دیش کو ریلوے کوچز بسوں اور روڈ رولز سمیت مشینری اور آلات کے حصول کے لئے آسان شرائط پر ۵۰ ملین امریکی ڈالر کے قرضے کی پیشکش کی ہے یہ پیشکش جمعہ کو وفاقی وزیر تجارت وخزانہ ومنصوبہ بندی وترقیات ڈاکٹر محبوب الحق اور بنگلہ دیش کے وزیر منصوبہ بندی ائیر مارشل ریٹائرڈ اے. کے خوندکر کے درمیان سرکاری سطح پر ہونے والے مذاکرات کے دوران کی گئی، سرکاری ذرائع کا کہنا ہے کہ قرضے کی شرائط اس معاہدے میں طے کی جائیں گی، بنگلہ دیش کی درخواست پر پاکستان نے ایک لاکھ ٹن سمنٹ ۵ ہزار ٹن شکر، کی فراہمی پر رضامندی ظاہر کی ہے۔

مغربی ممالک افغانستان کی مدد کیلئے دس کروڑ ڈالر دینگے

۱۳ ممالک ملکوں نے جنگ سے متاثرہ افغانستان کی مدد کے لئے دس کروڑ ڈالر دینے کا وعدہ کیا ہے یہ بات افغانستان کے لئے اقتصادی اور انسانی ہمدردی کی بنیاد پر امداد سے متعلق اقوام متحدہ کے رابطہ افسر پرنس صدر الدین آغا خاں نے جنیوا میں اقوام متحدہ کی اقتصادی اور سماجی کونسل کے ایک اجلاس میں بتائی۔

سعودی عرب سے قربانی کا گوشت دوسرے ممالک میں بھیجنے پر ۱۷ کروڑ ریال کا خرچ۔

سعودی حکومت نے اس سال لاکھوں جانوروں کی قربانی کے گوشت کو استعمال میں لانے اور اس کو مختلف مسلم ممالک میں بھیجنے کے لئے جو منصوبہ تیار کیا تھا اس پر ۱۶ کروڑ ۸۰ لاکھ سعودی ریال خرچ کا اندازہ لگایا گیا تھا۔

معلوم رہے کہ ہدی اور قربانی کے جانوروں کو خادم الحرمین الشریفین ملک فہد کے ایک فرمان جو ۱۴۰۳ھ میں جاری ہوا تھا کہ مسلم ممالک میں بھیجا رہا ہے تاکہ وہاں کے عوام اس سے استفادہ کر سکیں، اس سال ۶ لاکھ قربانی کے جانوروں کو ۲۱ ممالک میں تقسیم کیا گیا ہے، اس کے لئے حکومت نے تین عظیم مذبح بنائے تھے جس میں دس ہزار آدمی کام کر رہے تھے، ۶ ہزار قصاب تھے اور تین ہزار میں ڈاکٹر اور دوسرا عملہ شامل تھے۔

مسلمان شریعت پر عمل کر کے عالم اسلام کیلئے نمونہ بنیں۔

پاکستان کے صدر جنرل محمد ضیاء الحق نے عیدالاضحیٰ کے موقع پر قوم کے نام اپنے پیغام میں اس آرزو کا اظہار کیا تھا کہ پاکستان کے تمام مسلمان شریعت پر عمل پیرا ہو کر عالم اسلام کے لئے نمونہ بنیں، صدر ضیاء نے کہا کہ قربانی دراصل اس عزم ویقین اور سپردگی کا عملی اظہار ہے کہ انسان کے پاس جو کچھ ہے وہ خدائے بزرگ اور برتر کا ہے، اور اسی کی راہ میں قربان ہو جانا چاہیئے۔ قربانی اس حقیقت کی علامت اور اس امر کی پیشکش بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رضا تازہ کرتا ہے، انہوں نے باری تعالیٰ کے حکم کی تعمیل میں نہایت خلوص وایقان اور پختگی ایمان کے ساتھ ادا کیا یہ اسوہ حسنہ تمام انسانیت کے لئے عموماً اور ملت مسلمہ کے لئے خصوصاً درخشندہ روایت کے طور پر جاری وساری ہے، انہوں نے مزید کہا کہ تمام اسلامی عبادات کی اصل غایت اگرچہ تعمیل ارشاد ربانی ہے، لیکن اسلام کے ہر حکم کی طرح تمام عبادات بھی حکمت اور افادیت سے معمور ہیں، قربانی کا عمل بلاشبہ ہر مسلمان کو اطاعت خداوندی ملک وقوم کے لئے ایثار اور بے لوث خدمت کا درس دیتا ہے، اس عمل کے نتیجے میں خوشگوار متوازن اور مثالی معاشرہ تشکیل پاتا ہے، جو اسلام کے مقاصد میں سے ایک عظیم مقصد ہے انہوں نے آخر میں اپنے اس آرزو کا اظہار کیا کہ پاکستان کے تمام مسلمان شریعت محمدی پر عمل پیرا ہو کر عالم اسلام کے لئے نمونہ بنیں

ایران عراق جنگ ختم ہونے سے تیل کی قیمت گر جائے گی

ایران کی طرف سے جنگ بندی کے بارے میں اقوام متحدہ کی قرارداد منظور کر لینے کے بعد تیل کی قیمت میں اضافہ ہوا ہے، اور ایک ڈالر کے اضافہ کے بعد ایک بیرل تیل کی قیمت ۱۰ ڈالر تک پہنچ گئی ہے۔ برطانوی جریدے اکنامسٹ کی ایک رپورٹ کے مطابق ۱۹۸۰ میں جنگ شروع ہونے کے بعد تیل کی قیمتوں میں اضافہ ہوا تھا، اور ٹینکروں کی جنگ کے مرحلے کے بعد اس کی قیمت نصف سے ایک ڈالر فی بیرل تک بڑھتی رہی ہے تاہم بعد میں قیمتیں گرنے لگیں، رپورٹ کے مطابق جنگ ہو جانے کے صورت میں بھی ایران اور عراق کے درمیان پائی جانے والی دشمنی طویل عرصے تک باقی رہیگی اور عراق اوپیک کے دراۤمدی کوٹے کو اس وقت تک نظر انداز کرتا رہے گا جب تک اس کی پیداوار ایرانی تیل کے برابر نہیں پہونچ جاتی جو اس وقت چوبیس لاکھ بیرل یومیہ ہے۔

رپورٹ کے مطابق دونوں ہی ملکوں کو تیل کی فروخت سے حاصل ہونے والی، آمدنی کی شدید ضرورت ہے تاکہ وہ اپنی اقتصادی حالت کو بہتر بنا سکیں ایسی صورت میں ممالک ہر قیمت پر اپنا تیل فروخت کرنے کی کوشش کریں گے، اور اسی طرح تیل کی قیمتیں ایک بار پھر کم ہو جائیں گی۔

ایران عراق جنگ میں دس لاکھ افراد ہلاک۔

خلیج کی جنگ کا سبب بننے والے مسائل حل نہ کئے گئے تو جنگ دوبارہ کسی بھی وقت چھڑ جائے گی۔ ایرانی پارلیمنٹ کے اسپیکر ہاشمی رفسنجانی کی طرف سے موقع شناسی کے مظاہرے کے بغیر خلیج میں امن کا قیام جلد نظر نہیں آتا برطانوی جریدے اکنامسٹ نے خلیجی جنگ اور ایران کی طرف سے اقوام متحدہ کی جنگ بندی سے متعلق قرارداد کو تسلیم کرنے کے بارے میں اپنی ایک رپورٹ میں کہا ہے کہ یہ رفسنجانی ہی تھے جنھوں نے آیت اللہ خمینی کو جو بدستور ایران کے سب سے زیادہ طاقتور رہنما ہیں جنگ بندی پر آمادہ کیا، رپورٹ میں تقریباً ۸ سال قبل ایران پر کئے جانے والے عراقی حملے کو صدر صدام حسین کی ایک بہت بڑی غلطی قرار دیا گیا ہے جنگ میں اب تک دس لاکھ کے قریب افراد ہلاک ہو چکے ہیں، جنمیں زیادہ تر عراقی حملوں کے نتیجے میں ہلاک ہوئے، دوسری جنگ عظیم کے بعد لڑی جانے والی اس طویل ترین جنگ پر تبصرہ کرتے ہوئے رپورٹ میں کہا گیا ہے۔ جنگ کے دوران دونوں فریق ایک دوسرے کی توقع سے زیادہ سخت جان ثابت ہوئے۔ اگرچہ سارے ایرانی آیت اللہ خمینی کے انقلاب کی حمایت نہیں کرتے، تاہم ان میں سے بیشتر نے جنگ میں حصہ لیا، اس طرح صدر صدام حسین کو سارے عراقیوں کی حمایت حاصل نہیں لیکن بیشتر عراقی ایک غیر عرب دشمن کے خلاف ان کے ساتھ ہو گئے۔

جنگ خلیج کے خاتمہ سے اسرائیل کو مایوسی۔

خلیج کی جنگ بند ہو جانے کے آثار سے جہاں پوری دنیا میں اطمینان وسکون کا سانس لیا گیا ہے، وہیں یہ نئی صورتحال اسرائیل کے لئے ایک بری خبر ثابت ہوئی ہے یروشلم سے ٹائمز آف انڈیا کی ایک رپورٹ کے مطابق سرکردہ اسرائیلیوں کا یہ کہنا ہے کہ ایران اور عراق کی اس آٹھ سالہ پرانی جنگ کے سبب اسرائیل کے خلاف عرب ممالک کی کسی متحد فوجی کارروائی کا امکان ختم ہو گیا تھا،

(بقیہ: صفحہ ۹ پر)

ہندوستانی مسلمانوں کے بعض اہم مسائل اور مسلم پرسنل لاء بورڈ کی جد وجہد

(دوسری اور آخری قسط)

نیاز احمد رحمانی (آفس انچارج)
(آل انڈیا مسلم پرسنل لاء بورڈ۔ خانقاہ رحمانی مونگیر)

مساجد ومقابر کے تحفظ کا مسئلہ

اکتوبر ۱۹۷۸ء میں الہ آباد ہائی کورٹ کے لکھنؤ بنچ نے مساجد ومقابر سے متعلق ایک ایسا فیصلہ دیا جس نے مسلمانان ہند کو تڑپا دیا۔ اس فیصلہ کے تحت لکھنؤ کی دو مسجد و قبرستان اور جے پور کی ایک مسجد کو وہاں کی کارپوریشن نے ایکوائر کر لیا، مساجد ومقابر کی مسلمہ حرمت ختم کر دی گئی، اور حکومت کو یہ اختیار دیا گیا کہ وہ جس مسجد یا قبرستان کو مفاد عامہ کی خاطر لینا چاہے، تو لے سکتی ہے، اور اس کی ملکیت کو سلب کر کے کسی بھی مصرف میں استعمال کر سکتی ہے۔

بورڈ نے مسلم پرسنل لاء اور مسلمانوں کے دیگر مذہبی امور پر اس فیصلہ کے دور رس اثرات کا بھرپور جائزہ لیا۔ حضرت امیر شریعت مولانا سید منت اللہ صاحب رحمانی مدظلہ جنرل سکریٹری بورڈ نے اپنے گشتی مراسلہ کے ذریعہ ملک کے مسلمانوں کو اس فیصلہ کی تفصیلات سے آگاہ کیا اور اس کے مضر اثرات کا جائزہ لیتے ہوئے حکومت کے ذمہ داروں کو اس کے خلاف تجاویز اور ٹیلیگرام بھیجنے کی اپیل کی جناب جنرل سکریٹری بورڈ کی ہدایت کے مطابق پورے ملک میں اس فیصلہ کے خلاف اجتماعات منعقد ہوئے اور ہندوستان بھر میں سیکڑوں خاموش جلوس نکالے گئے، بورڈ کے ذمہ داروں نے اس موضوع پر متعدد مرتبہ وزیر اعظم سے ملاقاتیں کیں، میمورنڈم پیش کئے، جسمیں یہ کہا گیا تھا کہ سنٹرل ایکوائزیشن ایکٹ میں ایسی ترمیم کی جائے جس سے ہر مذہب کے تقدس والے مقامات محفوظ ہو جائیں اور انہیں گورنمنٹ یا کوئی با اختیار ادارہ ضبط نہ کر سکے۔ نیز بورڈ کے ذمہ داروں نے جنتا پارٹی کے صدر مسٹر چندر شیکھر، اقلیتی کمیشن کے چیرمین مسٹر انصاری، پٹرولیم کے وزیر مسٹر ہیم وتی نندن بہوگنا سے مل کر اور وزیر اعظم مسٹر مرارجی ڈیسائی، وزیر داخلہ وزیر قانون، مسٹر رام نریش یادو چیف منسٹر یوپی۔ مسٹر بھیرو سنگھ شیکھاوت چیف منسٹر راجستھان کو میمورنڈم دیا اور خطوط لکھے۔ سبھوں کے خاطر خواہ جوابات آئے جن کی نقلیں دفتر میں محفوظ ہیں۔

اس دوا دوش کے بعد مسٹر رام نریش یادو اور مسٹر بھیرو سنگھ شیکھاوت نے بورڈ کو لکھا کہ ضروری کارروائی کا حکم دیا گیا، اور سابقہ نوٹس جس میں مسجد بھی شامل تھی اس کی اصلاح کی جارہی ہے اور سرکار کا مسجد کو ایکوائر کرنے کے کوئی ارادہ نہیں ہے لکھنؤ کی دونوں مسجدیں وقبرستان اور جے پور کی مسجد الحمدللہ مسلمانوں کو واپس کر دی گئیں اور آج بھی بدستور قائم ہیں۔

بلاشبہ بورڈ کی بر وقت اقدامات مسلمانان ہند کی متفقہ آواز اور بھرپور احتجاج سے مقدس مقامات کے تحفظ کی راہ ہموار ہوئی۔ مزید کوششیں جاری ہیں۔

بورڈ کی ایک اور اہم کامیابی

مسلم پرسنل لاء بورڈ کے پیش نظر بورڈ کے قیام کے بعد ہی سے نیا ضابطہ فوجداری ۱۹۷۳ء توجہ کا مرکز بنا رہا جسمیں مطلقہ کے لئے تاحیات یا تا نکاح ثانی سابق شوہر سے نفقہ دلانے کی تجویز تھی بورڈ کے ذمہ داروں نے متعدد مرتبہ، اس وقت کی وزیر اعظم شریمتی اندرا گاندھی سے ملاقاتیں کیں، مسئلہ کی پیچیدگی اور شریعت اسلامیہ سے اس کے تصادم کو واضح کیا۔ انہوں نے اس قانون میں ایسی ترمیم کا وعدہ کیا جس کے ذریعہ مسلمانوں کا شرعی قانون متاثر نہ ہو۔ لیکن یہ بل اپنے مراحل طے کرتا ہوا قابل اعتراض صورت میں آخری خواندگی کے لئے پارلیمنٹ میں پیش ہو گیا۔ اس وقت بورڈ کے ذمہ داروں نے بر وقت وزیر اعظم کی یاد دہانی کی اور ان کو اپنا وعدہ یاد دلایا۔ بڑی جد وجہد کے بعد اس کی آخری خواندگی روک دی گئی اور کچھ دنوں کے بعد چند ترمیموں کے ساتھ پاس ہو کر قانون بن گیا۔ نیو۔ سی۔ آر۔ پی سی۔ جی۔ دفعہ ۱۲۵ واضح طور پر شریعت اسلامی کے قانون نفقہ سے مختلف تھی۔ بورڈ کی جد وجہد کے نتیجہ میں دفعہ ۱۲۷ میں ایک شق کا اضافہ کیا گیا جس کا خلاصہ یہ تھا کہ اگر طلاق دینے والے شوہر نے شرعی واجبات ادا کر دیا ہے یا مطلقہ نے معاف کر دیا ہے تو دفعہ ۱۲۵ کے ذریعہ حاصل شدہ ڈگری منسوخ ہو جائیگی گرچہ یہ ترمیم بھی مسلم پرسنل لاء بورڈ کے منشا کے بالکل مطابق نہیں تھی۔

اسی دوران گجرات ہائی کورٹ نے ایک فیصلہ دیا جس میں دفعہ ۱۲۵ کے پس منظر اور قانون ساز ادارے کے پیش نظر مقاصد پر بحث کرتے ہوئے شوہر کی طرف سے واجبات کی ادائیگی کا حکم نفقہ کی منسوخی کے لئے کافی قرار نہیں دیا بلکہ عورت کی طرف سے ان واجبات کو قبول کر لینا ضروری قرار دیا اس طرح ایک نئی پیچیدگی پیدا ہو گئی۔

ان ہی دونوں سپریم کورٹ نے محمد احمد خاں بنام شاہ بانو کیس میں نہ صرف یہ کہ مطلقہ کے لئے تاحیات یا تا نکاح ثانی شوہر پر نفقہ لازم کیا۔ بلکہ قرآن پاک کی من مانی تفسیر کی اور ایسا مطلب بیان کیا جو اسلامی تاریخ میں کسی نے نہیں بیان کیا تھا۔ جو احادیث رسول، آثار صحابہؓ، اور فقہ اسلامی کے بالکل خلاف تھا، اور شریعت میں کھلی مداخلت تھی۔ بورڈ نے اس کا بھرپور نوٹس لیا پورے ملک میں سپریم کورٹ کے اس فیصلہ کے خلاف تحریک چلائی الحمدللہ، بورڈ کی آواز پر مسلمانان ہند نے لبیک کہا اور ہندوستان بھر میں یہ تحریک وسائل وذرائع کی کمی کے باوجود اتنی ہمہ گیر اور منظم طور پر ہوئی جس کی مثال کم از کم آزاد ہندوستان میں نہیں دیکھی گئی۔ بورڈ کے ذمہ داروں نے پورے ملک کا دورہ کیا اور دیہاتوں میں بھی گھر گھر یہ تحریک پہونچی اور خاص طور پر یہ بات بھی نوٹ کرنے کی ہے کہ اس تحریک میں مسلمان عورتوں نے بھی پورا پورا حصہ لیا۔ ملک میں سیکڑوں چھوٹے بڑے جلسے عورتوں نے منعقد کئے جن میں ہزارہا عورتوں نے شرکت کی اور سپریم کورٹ کے اس فیصلہ کو دین میں کھلی مداخلت قرار دیا اور عورتوں نے اپنے اس فیصلہ کا اعلان کیا کہ ہمیں سپریم کورٹ کا فیصلہ نہیں شریعت کا حکم چاہیئے۔ اس کے ساتھ ساتھ بورڈ کے صدر حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی اور بورڈ کے جنرل سکریٹری حضرت مولانا سید منت اللہ رحمانی نے وزیر اعظم مسٹر راجیو گاندھی سے براہ راست ملنے اور ان کو مطمئن کرنے کی ضرورت محسوس کی اور سب سے پہلے ۳۰ جولائی ۱۹۸۵ء کو ایک نمائندہ وفد جسمیں بورڈ کے متعدد ارکان شریک تھے۔ وزیر اعظم سے ملا اور یادداشت پیش کی۔ پھر ۲ فروری ۱۹۸۶ء کو حضرت صدر محترم نے اور پھر ۷ فروری ۱۹۸۶ء کو حضرت صدر محترم وحضرت جنرل سکریٹری اور ۱۹ / ۲۳ / اپریل ۱۹۸۶ء کو بھی بورڈ ذمہ داران بورڈ نے وزیر اعظم سے ملاقاتیں کیں اور ان کے سامنے نفقہ مطلقہ کے تمام پہلوؤں کو واضح کیا، انہوں نے یہ محسوس کیا کہ وزیر اعظم نے اس مسئلہ پر کافی تیاری کی ہے اور یہ تاثر پیدا ہوا کہ وزیر اعظم کا ذہن کھلا ہوا ہے، وہ مسائل کو سمجھنا اور پھر انہیں حل کرنا چاہتے ہیں۔ اور ہر دو حضرات کا یہ بھی خیال ہے کہ انہوں نے بڑی حد تک وزیر اعظم کو مطمئن کر دیا۔ اور اس خیال سے تائید وزیر اعظم کے اس بیان سے ہوتی ہے جو انہوں نے ستمبر ۱۹۸۶ء میں ایک تامل اخبار کو دیتے ہوئے کہا تھا کہ

"اسلام نے جو حقوق عورتوں کو دیئے ہیں وہ کہیں اور نہیں ملے"

آخر کار اس تحریک کے نتیجہ میں حکومت ہند نے ۶ مئی ۱۹۸۶ء کو قانون حقوق مسلم مطلقہ ۱۹۸۶ء پاس کر کے سپریم کورٹ کے فیصلہ کو رد کر دیا اور اسلامی قانون نفقہ جاری کیا۔ اس مطلقہ بل کے سلسلہ میں جس کا تعلق صرف مسلم مطلقہ عورتوں سے تھا غیر مسلم پریس یعنی انگریزی وہندی اخبارات نے مخالفت کا ایک طوفان کھڑا کر دیا۔ اور بقول حضرت مولانا علی میاں صاحب، انگریزی وہندی اخبارات نے اس قانون کی مخالفت اس انداز میں کی کہ گویا کوئی غیر ملکی طاقت ہندوستان پر حملہ کرنے والی ہے۔ نہ صرف یہ بلکہ حکمراں جماعت کی بہت بڑی اکثریت بھی اس قانون کے خلاف تھی لیکن وزیر اعظم نے اپنا منصب داؤں پر لگا کر اس قانون کو پاس کیا۔

بجا طور پر یہ کہا جا سکتا ہے کہ آزاد ہندوستان میں پہلی مرتبہ شریعت اسلامیہ کے نام پر یہ قانون سازی ہوئی بلکہ بلاشبہ یہ آل انڈیا مسلم پرسنل لاء بورڈ کا تاریخی کارنامہ ہے۔

اس قانون کی ترتیب کے وقت ایک مرحلہ ایسا بھی آیا جب بورڈ کے ذمہ داروں سے کہا گیا کہ سپریم کورٹ میں اس قانون کو ضرور چیلنج کیا جائیگا اور دستور کی دفعہ ۱۴ و ۱۵ سے متصادم ہونے کے باعث رد ہو جائیگا اور پھر حکومت دوسرا قانون نہیں لائے گی لیکن اگر دفعہ ۱۲۵ سے استثناء کی شرط اس قانون میں جوڑ دی جائے تو پھر دستور سے اس کا تصادم ختم ہو جائے گا۔ اور حکومت ضامن ہوگی کہ پارلیمنٹ سے اس کو پاس کرائے اور سپریم کورٹ کے مقدمہ کی پیروی کرے۔ اور اگر یہ شرط

محبت فاتح عالم

شمس الدین ندوی

یں نے لقمان کی دانائی پڑھی، ارسطو کی منطق اور فلسفہ پڑھا، بوعلی سینا کی حذاقت وطبابت پڑھی، رستم وسہراب کا جائزہ لیا، لینن وکارل مارکس کے فارمولے پڑھے، مشرق ومغرب کی ساری لیڈرشپ اور عرب وعجم کے تمام لیڈروں کا بغور جائزہ بھی لیا۔

لیکن مجھے ایسا قائد جس کی شخصیت کا ہر پہلو بے داغ اور محبوب ہو، جس سے اپنے اور پرائے محبت کرنے پر مجبور ہو جائیں، ان میں سے کوئی نظر نہیں آتا سوا محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے۔ اس لئے کہ دوسرے کسی میں اگر کوئی خوبی نظر آتی ہے تو وہ وقتی ہے، علاقائی ہے یا اسکی اپنی قوم سے تعلق رکھتی ہے اور محدود ہے۔"

یہ تبصرہ اور رپورٹ ہے ایک نصرانی اخبار نویس کا جس نے دنیا بھر کے صحافیوں کو دعوت تحریر دی تھی کہ ہر ایک اپنی پسندیدہ شخصیت پر مضمون لکھ کر بھیجیں جو انسانی برادری کے لئے یکساں واجب الاحترام ہو، جس کی شخصیت کا سب اعتراف واقرار کرتے ہوں درحقیقت سرور کونین رحمت اللعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کا ہر پہلو آپ کی سیرت پاک کا ہر جزو انقلاب آفریں، پیغام اور آب حیات کا درجہ رکھتا ہے۔ اور قیامت تک کے لئے انسانیت کی فوز وفلاح کا معیار بھی ہے، اور اس میں کوئی زاویہ بربریت اور وحشت کا نظر نہیں آتا۔

آپنے مٹی کے ذروں، پانی کے قطروں، امنڈتے بادلوں، چڑھتی گھٹاؤں، کوندتی بجلیوں، زمین کی پستیوں اور بلندیوں خشکیوں اور تریوں میں خدا کے جلوے انسانوں کو دکھائے دشمنوں کو اپنی دلفریب تعلیم وتربیت سے اپنا جاں نثار بنایا۔ انسانوں میں سے مال ودولت نسل اور رنگ کے بعید بعاؤ کو یکسر مٹا یا حسب ونسب کے بت پاش پاش کئے، اونچ نیچ کے فرق کو نیست ونابود کر دیا۔

فخر الانبیاء ختم الرسل کی ذات مقدس کے جس شعبۂ زندگی کا بھی مطالعہ کیا جائے شفقت ہی شفقت رحمت ہی رحمت نظر آتی ہے۔

رسم دنیا ہے اطاعت کے جواب میں شفقت عقیدت کے جواب میں محبت تو سب ہی کرتے ہیں لیکن عداوت کے جواب میں شفقت بے مروتی کے طرز پر مروت یہ خصوصیت ہے محسن اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کی عام طور پر جب انسان کے پاس دولت وطاقت کی فراوانی ہوتی ہے تو، اس کا اخلاق گر جاتا ہے۔ لیکن حضور اکرم کو جوں جوں معاشی وسیاسی طاقت حاصل ہوتی گئی۔ آپکے اخلاق حسنہ پر مزید رنگ چڑھ گیا۔

تاریخ عالم میں کوئی مثال نہیں ملے گی، جسکو گالیاں دی گئیں ہوں، اس نے تحفہ پیش کیا ہو، جسکو خاردار راستہ پر چلایا گیا ہو۔ اس کے عوض پھول نچھاور کئے ہوں جس نے پتھر برسائے ہوں اس کو گلدستہ پیش کیا ہو۔ اگر وہ مثال اور نمونہ ملے گا تو وہ سرزمین حجاز کا باسی اور ارض بطحا میں گشت کرتے سالار قوم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات میں ملے گا۔

کون نہیں جانتا کہ فتح مکہ کے بعد صحن حرم میں دشمنان اسلام سرداران قریش جمع تھے۔ انہیں میں وہ بھی تھا۔ جو راہ مبارک پر کانٹا بچھایا کرتا تھا۔ ان میں وہ بھی شقی تھا جس نے گردن مقدس پر اوجھڑی ڈالی تھی۔ ان میں وہ ننگ انسانیت بھی تھا جس نے حضرت حمزہؓ کو شرمناک طریقہ پر شہید کیا تھا، اور فخر موجودات کے قلب مبارک کو دکھی کیا تھا۔ سرکار دو عالم نے سب کو مخاطب ہو کر دریافت فرمایا کہ: اے قریش! کیا خیال ہے میں تمہارے ساتھ کیا سلوک کروں؟ -

قریش مزاج شناس تھے تاڑ گئے آواز میں رحمت کی بو آتی ہے۔ رحمت کا سہارا لے کر بولے خیراً اخ کریم وابن اخ کریم آپ سے بھلائی ہی کی توقع رکھتے ہیں۔ اسلئے کہ آپ شریف بھائی اور شریف بھائی کے بیٹے ہیں۔ شریفوں سے نیکی کی ہی امید کی جاسکتی ہے۔

نبی رحمت نے فرمایا:

گھبراؤ نہیں جاؤ مکہ کی ماؤں سے کہدو تمہاری مانگ نہیں لوٹی جائیگی۔ مکہ کے بچوں سے کہدو تمہیں یتیم نہیں بنایا جائیگا مکہ کی بہنوں سے کہدو تمہارے دوپٹے نہیں چھینے جائیں گے:

آج جس نے گلے پر تلوار چلائی تھی اسکو گلے سے لگایا جائیگا جس نے سینے پر خنجر گھونپا تھا اس کو سینے سے چپٹایا جائے گا۔ جو پیغام موت بن کر حملہ آور تھا اس کو پیغام حیات دیا جائیگا

لاتثریب علیکم الیوم اذھبوا وانتم الطلقاء آج تم پر کوئی مواخذہ نہیں، جاؤ! تم سب کے سب آزاد ہو پھر اعلان فرمایا:

آج جو سفیان کے گھر چلا گیا اسکو امان ہے۔ جو مسجد حرام میں داخل ہو گیا اسکو امان ہے جس نے گھر کا دروازہ بند کر لیا اسکو امان ہے۔ الیوم یوم المرحمۃ آج بدلہ نہیں معافی کا دن ہے۔

وحشی جو آنحضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے عم محترم حضرت امیر حمزہؓ کا قاتل تھا ہندہ جو رئیس کفر ابوسفیان کی بیوی تھی وہ ہندہ جو معرکہ احد میں اپنی سہیلیوں کے ساتھ گا گا کر سپاہیوں کا دل بڑھاتی اور جوش دلاتی تھی، اسنے نذر مان رکھی تھی کہ جب تک حمزہؓ کا کلیجہ چاک کر کے نہ چباؤنگی اسوقت تک چین نہ لونگی چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ آپ شہید کر دیئے جاتے ہیں ہندہ سینہ چاک کرتی ہے۔ کان، ناک کاٹ کر ہار بناتی ہے، کلیجہ چباتی ہے اور اپنی ناپاک روح کو جھوٹی تسلی دیتی ہے۔

ان میں عکرمہ بھی تھا جو دشمن اسلام ابوجہل کا فرزند تھا، انہیں صفوان بن امیہ تھا جو مسلمانوں کا شدید ترین دشمن تھا، ہبار بن اسود جو ایک حد تک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی حضرت زینبؓ کا قاتل تھا ابوسفیان جو سرغنۂ کفر وشرک تھا، یہ سب ایک بار بارگاہ رسالت عزت مآب میں باریاب ہوئے اور اپنے قصور کا اعتراف کیا دفعتہً باب رحمت وا ہوا۔ دوست ودشمن کی تمیز یکسر مفقود ہو گئی۔

آپنے طائف کا نام سنا ہوگا۔ وہ طائف جس نے مکہ کے عہد ستم میں آپ کو پناہ نہیں دی۔ بات تک نہ سننی چاہی۔ جہاں آپ کی تحقیر کی گئی۔ جہاں بازار والوں نے آپ کی ہنسی اڑائی۔ شہر کے اوباش ہر طرف سے ٹوٹ پڑے اور پتھروں کی بارش برسائی۔ آپ خون سے تر بتر ہو گئے حتی کہ نعلین مقدسین خون سے بھر گئے جب تھک کے بیٹھ جاتے تو شریر آپ کا بازو پکڑ کر اٹھاتا۔ جب آپ چلنے لگتے تو پھر پتھر برساتا، پہاڑ کے فرشتوں کو حکم ہوتا ہے! جاؤ؟ میرے محبوب کو جس طرح ہو تسکین دو۔ فرشتے دست بستہ عرض خدمت ہوئے یا رسول اللہ اجازت ہو تو بدبختوں اور گستاخوں کو پہاڑ کے بیچ پیس دوں کہ صفحۂ ہستی پر نام ونشان تک نہ باقی رہ جائے۔

موقع تھا کہ آج اوباشوں کے شر کا دندان شکن جواب دیا جاتا۔ اینٹ کا جواب پتھر نہیں چٹانوں سے دیا جاتا۔ رحمت عالم کی صفت رحیمی کو ملاحظہ فرمایئے۔

جناب رحمت اللعالمین نے یہ فرمایا
کہ میں بن کے مہر قہر وغضب بنکر نہیں آیا

میں کیونکر اسکے لئے قہر الٰہی کی دعا مانگوں
بشر ہیں بے خبر ہیں کیوں تباہی کی دعا مانگوں

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس دن اسقدر تکلیف پہونچی تھی کہ ۹ برس بعد جب حضرت عائشہؓ نے دریافت کیا کہ تمام عمر میں سب سے زیادہ تکلیف کا دن آپ پر کون سا آیا۔ تو آپ نے اسی طائف کا ذکر فرمایا۔

عبداللہ بن ابی رئیس المنافقین تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی در پردہ دشمنی میں کبھی کسی سے پیچھے نہیں رہا۔ ہر موقع پر خفیہ سازشوں کا جال پھیلاتا۔ حضور اور مسلمانوں کی اہانت کا علانیہ مرتکب ہوتا اسی پر بس نہیں حضرت عائشہؓ پر افترا پردازی سے باز نہیں آیا۔ آپ نے ہمیشہ درگذر کیا۔ یہاں تک کہ اسکے انتقال پر کفن کے لئے اپنا کرتا مرحمت فرمایا۔

یکتائے روزگار کی شان رحیمی دیکھئے جس وقت حاتم طائی کی بیٹی ۹ھ میں جنگی قیدی بن کر رسول خدا کی خدمت میں پیش ہوئی۔ وہ ننگے سر تھی۔ آپنے حضرت بلالؓ سے فرمایا میرا رومال اس کے سر پر ڈال دو۔ حضرت بلالؓ نے عرض کیا۔ حضور! رومال جس کے ایک ایک دھاگہ کی عفت وپاکیزگی پر فرشتے رشک کرتے ہیں۔ وہ ایک کافرہ کے سر پر؟ نبی رحمت نے فرمایا! بلال بیٹی ہر حال بیٹی ہوتی ہے دوست کی ہو یا دشمن کی جس طرح بے پردگی اپنی بیٹیوں کے لئے پسند نہیں اسی طرح اوروں کی بیٹیوں کیلئے گوارہ نہیں۔ حضور نے حاتم کی بیٹی کیطرف مخاطب ہو کر فرمایا۔ بیٹی سنا ہے کہ تیرا باپ بڑا سخی تھا۔ جاؤ بیٹی تیرے باپ کی نیک نامی اور انسان دوستی کے صلہ میں تم کو آزاد کرتا ہوں۔ بنت حاتم نے کہا۔

مروت نہ بینم رہائی زبند
بہ تنہا ویاراں نمائند کسند

اس نے عرض کیا میں بنت کریم ہوں اپنی رہائی کے ساتھ اپنے قبیلے کے قیدیوں کی بھی رہائی کی تمنا رکھتی ہوں۔ سرور کونین نے اس نیک دل خاتون کی درخواست منظور فرمائی اور زاد راہ دے کر اس کے بھائی کے پاس ملک شام بھیجوانے کا حکم صادر فرمایا۔ آپ کے کردار نے دل موہ لیا۔ (بقیہ صـ پر)

لگائی گئی تو قانون پاس ہو جائیگا لیکن سپریم کورٹ کے مقدمات کی پیروی اور قانون کو دوبارہ پارلیمنٹ سے پاس کرانے کی ذمہ داری حکومت قبول نہیں کرے گی۔۔۔ اس معاملہ کی نزاکت پر بورڈ کے اٹھارہ بیس ممبران نے مل کر کافی غور کیا۔ جس میں علماء اور قانون داں بھی شریک تھے۔ تحریک طویل ہو چکی تھی اور حکومت سے کچھ حاصل کئے بغیر تحریک کا ناکام ہو جانا ایک تاریخی چوک تھی اسی لئے طے کیا گیا کہ دفعہ ۱۲۵ کی شمولیت کے ساتھ جو ہمیں مل رہا ہے اس کو لے لینا ہی وقت کا اہم تقاضا ہے۔ اس فیصلہ میں جناب غلام محمود بنات والا جناب ابراہیم سلیمان سیٹھ، جناب سید شہاب الدین ممبران پارلیمنٹ، جماعت اسلامی کے ذمہ دار، مسٹر یوسف حاتم مچھالا ایڈوکیٹ جناب عبدالرحیم قریشی ایڈوکیٹ حیدرآباد وغیرہ سب ہی شریک تھے۔ قانون کے بعض نقائص کو اس وقت بھی محسوس کیا گیا تھا، اور اس کے دفعیہ کے لئے ترمیمات مرتب کر کے حکومت کے حوالہ کی گئیں، جواب میں یہی کہا گیا کہ اس وقت تو قانون کو پاس ہو جانے دیجئے ترمیم تو آرڈی ننس کے ذریعہ بھی ہو جائے گی، لیکن ہماری کوششیں جاری ہیں اور ہمیں اللہ کے فضل سے امید ہے کہ ہم ترمیم منظور کرا کے قانون کے نقائص کو دور کرا دیں گے۔

تحفظ حقوق مسلم مطلقہ بل قانون بن چکا ہے لیکن اس کے خلاف متعدد مقدمات سپریم کورٹ میں دائر ہیں جن میں اس ایکٹ کی قانونی حیثیت کو چیلنج کیا گیا ہے، بورڈ ان مقدمات کی پیروی کر رہا ہے اور سینیر وکلا کی خدمات حاصل کی گئی ہیں۔ انشاء اللہ خدا ہمیں بھی کامیابی دے گا۔

سپریم کورٹ نے مقدمات کی سرسری سماعت کے بعد انہیں قانونی بنچ کے حوالہ کرتے ہوئے یہ فیصلہ کیا ہے کہ پاس شدہ قانون کو رد کیا نہیں جائے گا اس کے تحت مقدمات دائر ہوں گے اور فیصل ہوں گے لیکن ساتھ ہی دفعہ ۱۲۵ کے تحت جو مقدمات دائر ہو چکے ہیں۔ انہیں خارج نہیں کیا جائیگا بلکہ ان کی سماعت ملتوی رکھی جائے گی یہ بات قابل ذکر ہے کہ حقوق مسلم مطلقہ ایکٹ کے تحت اب مقدمات بھی فیصل ہونے لگے ہیں، اور پٹنہ ہائی کورٹ نے جو فیصلہ دیا ہے وہ قانون شریعت سے ہم آہنگ اور اس ایکٹ کے مطابق ہے۔

اوقاف کی آمدنی پر انکم ٹیکس

ایک اہم مسئلہ اوقاف کی جائداد پر انکم ٹیکس کا تھا، انکم ٹیکس کے نئے قوانین [مجریہ اپریل ۱۹۸۰ء] میں ٹرسٹ کی آمدنی پر انکم ٹیکس لگانے کی گنجائش پیدا کی گئی تھی اور ایسی تمام جائداد پر انکم ٹیکس لگایا جاسکتا تھا جن میں ۱۹۷۳ء کے بعد آمدنی میں اضافہ ہوا تھا۔ اس قانون میں انکم ٹیکس سے استثنا کی یہ شکل رکھی گئی تھی کہ ۱۹۷۳ء کے بعد اضافہ شدہ جائداد کو فروخت کر کے حاصل شدہ رقم کو نیشنلائزڈ بینک میں فکسڈ ڈپازٹ کر دیا جائے یا رقم یونٹ ٹرسٹ میں لگا دی جائے گی اس کے سود کی آمدنی سے اوقاف کا خرچ چلایا جائے اور اسے ترقی دی جائے، اور اگر یہ طریقہ اختیار نہ کیا گیا تو اوقاف کی جائداد پر انکم ٹیکس اور دولت ٹیکس عائد کیا جاسکتا تھا۔ بورڈ نے اس کا سخت نوٹس لیا، اور پوری توجہ دی، حضرت امیر شریعت مولانا سید منت اللہ صاحب رحمانی جنرل سکریٹری بورڈ مونگیر سے اور ڈاکٹر یوسف نجم الدین صاحب مرحوم بمبئی سے آکر تقریباً پندرہ دنوں دلی میں رہے اور اسی کام میں مشغول رہے۔ آخر میں محترم جنرل سکریٹری ایک بڑا وفد لے کر اندراجی سے ملے پوری صورتحال بیان کی میمورنڈم پیش کیا۔ اسی وقت وفد کے سامنے اندراجی نے مسٹر وینکٹ رمن کو جو اس وقت وزیر مالیات تھے فون کیا۔ اور بل مسلم اوقاف کے سر سے ٹل گئی۔

قانون وقف میں ترمیم کا مطالبہ

مسلم پرسنل لا بورڈ کا برسوں سے مطالبہ رہا ہے کہ اوقاف کے قانون میں ایسی ترمیم لائی جائے جس سے وقف بورڈ کی جمہوری حیثیت نمایاں ہو اور اوقاف کی جائداد کو قانونی تحفظ حاصل ہو۔

۱۹۸۴ء میں مرکزی حکومت نے اچانک راجیہ سبھا میں ترمیمی بل پیش کر دیا، یہ بل گرچہ بہت طویل تھا اور اسے جامع اور ہمہ گیر قانون کی طرف مضبوط قدم قرار دیا گیا تھا، مگر حقیقت یہ ہے کہ اس بل میں وقف بورڈ کی جمہوری حیثیت اور طاقت کو پورے طور پر ختم کر دیا گیا تھا۔ اور بعض جزوی پہلو کو چھوڑ کر اوقاف کی جائداد کو قانونی تحفظ نہیں دیا گیا تھا۔ فوری طور پر بورڈ کے نمائندوں نے وزیر قانون سے ملاقات کی۔ اس وقت کے وزیر قانون جگن ناتھ کوشل نے کہا کہ اس بل سے پارلیمنٹ کے مسلم ممبران بھی مطمئن نہیں ہیں۔ اس لئے اب الیکشن کے بعد اس پر غور ہوگا۔ لیکن اس یقین دہانی کے باوجود صرف تین دنوں کے بعد ہی لوک سبھا اچانک وہ بل منظور کرا لیا گیا۔ اس موقع پر بورڈ نے صدر جمہوریہ، وزیر اعظم اور دوسرے وزراء کو اس بل کے متعلق اپنے احساسات سے بروقت واقف کرایا اور بورڈ ہی کی تحریک پر عام مسلمانوں خاص طور پر مسلم جماعتوں اور تنظیموں نے ہزاروں ٹیلیگرام اور خطوط کے ذریعہ اس بل کے خلاف اپنی ناپسندیدگی ظاہر کی، لیکن ان تمام کوششوں کے باوجود صدر جمہوریہ کا اس بل پر دستخط ہو گیا۔ مسلم پرسنل لا بورڈ کے ذمہ داروں نے اس بل کے نفاذ کو رکوایا اور ترمیمات پیش کیں اور ابھی ۱۶ / اپریل ۱۹۸۸ء کو بورڈ کی عاملہ نے یہ تجویز پاس کی کہ وقف ایکٹ کے متعلق علیحدہ حصوں کو حکومت فوری طور پر پورے ملک میں نافذ کرے اور جو مختلف فیہ حصے ہیں جن میں مسلم پرسنل لا بورڈ اور بعض اداروں کی طرف سے حکومت کو تجویزیں پیش کی جا چکی ہیں حکومت انہیں سامنے رکھتے ہوئے ایک جامع اور قابل قبول وقف ایکٹ بنا کر پورے ملک میں نافذ کرے عاملہ کے اس اجلاس نے اس سلسلہ میں حکومت سے نمائندگی کے لئے ایک کمیٹی بھی تشکیل دی ہے۔

مسلم معاشرہ کی اصلاح کے لئے بورڈ کی جدوجہد

مسلم پرسنل لا بورڈ کے دستور کی رو سے مسلم معاشرہ میں پیدا ہونے والی خرابیوں کا جائزہ لے کر اس کی اصلاح کے لئے ممکنہ جدوجہد بھی بورڈ کی ذمہ داری ہے۔ بورڈ کی اپیل پر علماء کرام ائمہ مساجد نے معاشرتی اصلاح کو اپنی جدوجہد اور خطبات کا موضوع بنایا خود مسلم پرسنل لا بورڈ کے جہاں جہاں بھی اجلاس ہوئے تقریروں کے ذریعہ مسائل کی وضاحت کی گئی۔ اور تقریروں کے ساتھ لٹریچر کی اشاعت کا سلسلہ بھی شروع کیا گیا۔ اور سب سے پہلے اصلاح معاشرہ کے عنوان کے تحت طلاق کے مسائل کو لیا۔ طلاق کی شناعت اس کی برائی اور طلاق دینے کے صحیح طریقہ پر قرآن وحدیث کی روشنی میں نہایت مختصر، آسان اور سہل لٹریچر تیار کیا اور اسے ملک کی مختلف زبانوں میں ہزاروں کی تعداد میں چھپوا کر تقسیم کیا اور بھیجا۔ اس سلسلہ میں مولانا صغیر احمد صاحب رحمانی کا رسالہ "طلاق کے استعمال کا طریقہ" ملکی اہمیت کا حامل ہے جسے عام طریقہ پر پسند کیا گیا اور مسلمانوں نے اس سے بہت فائدہ اٹھایا اخیر میں قاضی شریعت چورو راجستھان مولانا محمد مصطفےٰ صاحب مفتاحی کا رسالہ "طلاق کے مسائل" شائع کیا گیا جس میں اختصار کے ساتھ اچھی ترتیب میں طلاق کے فردی مسائل بیان کر دیئے گئے ہیں اس سے بھی مسلمانوں نے کافی فائدہ اٹھایا۔

ائمہ مساجد اور علماء کرام سے درخواست کی گئی کہ وہ اپنے خطبات ومواعظ میں طلاق کی برائیاں بتلائیں اور طلاق کے مسائل مسلمانوں کو سمجھائیں۔ ابھی یہ سلسلہ جاری ہے

اصلاح معاشرہ کی ایک اہم کڑی یہ بھی ہے کہ مسلمانوں کے معاملات شریعت کے مطابق حل کرنے کے لئے پورے ملک میں دارالقضاء اور شرعی عدالتوں کا نظام پھیلایا جائے اور مسلمانوں کو اس کا موقع فراہم کیا جائے کہ وہ شرعی احکام اپنے اوپر نافذ کر سکیں اس سلسلہ میں بورڈ کی تحریک پر امارت شرعیہ بہار واڑیسہ نے قضاء کی تربیت کے لئے کیمپ لگایا۔ اس کا افتتاح حضرت مولانا سید ابوالحسن علی صاحب ندوی دامت برکاتہم صدر بورڈ نے کیا اور صدارت حضرت امیر شریعت بہار واڑیسہ مولانا سید منت اللہ صاحب رحمانی دامت برکاتہم جنرل سکریٹری بورڈ نے کی۔ اس موقع پر حضرت امیر شریعت مدظلہ نے ایک خطبہ بھی پڑھا جس کا تعلق قضاء کی شرعی اہمیت اور دارالقضاء کی افادیت سے ہے اور پندرہ دنوں کے اس کیمپ میں تربیت کی ذمہ داری قاضی شریعت مولانا مجاہد الاسلام صاحب قاسمی نے سنبھالی اور الحمد للہ اس تربیتی کیمپ کا نتیجہ یہ نکلا کہ اب ان سات صوبوں کے اندر دارالقضاء کا قیام اور قاضی کا تقرر عمل میں آسکتا ہے جہاں کے علماء کرام اس میں شریک ہوئے اس کے علاوہ امیر شریعت کرناٹک حضرت مولانا ابوالسعود احمد صاحب مدظلہ نے دارالعلوم سبیل الرشاد بنگلور کے احاطہ میں بہت مناسب، موزوں اور خوبصورت عمارت دارالقضاء کی بنائی اور مرکزی دارالقضاء کے افتتاح کی تقریب منعقد کی اس افتتاحی تقریب کی صدارت بھی حضرت امیر شریعت بہار واڑیسہ مدظلہ نے کی اور تحریری خطبہ افتتاحیہ پڑھا جس میں قضاء کی حقیقت، اس کی مشروعیت اور حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم سے لے کر قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتی اور قاضی صدر الدین خاں صاحب آزردہ رحمہما اللہ تک قضاء کی مختصر گر جامع تاریخ بیان کی گئی ہے۔ ساتھ ہی ساتھ حضرت امیر شریعت کرناٹک مدظلہ اسی موقع پر اسی عمارت میں ٹریننگ کیمپ بھی لگایا جس میں ۲۵ پینتیس علماء نے شرکت کی، کیمپ کی نگرانی حضرت امیر شریعت کرناٹک کے صاحبزادے حضرت مولانا اشرف علی صاحب نے فرمائی

(بقیہ: صـ۱۵ پر)

طلبہ کا صفحہ

ماہ محرم تاریخ کے آئینہ میں

محمد احسان (تخصص دوم)

اسلامی سال کا پہلا مہینہ محرم ہے اور اس مہینہ کا دسواں دن جسے عاشورہ کہا جاتا ہے ایک یادگار دن ہے۔

صدیوں پہلے کی بات ہے کہ تاریخ عالم میں اسی روز حق و باطل کی فیصلہ کن جنگ ہوئی تھی مصر کی شاداب و متمدن زمین پر ظالم فرعون کی بادشاہت تھی، اس نے پیغمبروں کے لاڈلے لخت جگروں کو غلام و محکوم بنا رکھا تھا۔ ان کے ساتھ جانوروں سے بھی زیادہ بدترین سلوک کرتا تھا، ان کو ہر طرح کی اذیت پہونچاتا تھا اور دنیا کی آسائش و لذت سے محروم کر رکھا تھا۔ حد یہ تھی کہ اس نے آنے والے ایک خطرے کی وجہ سے بنی اسرائیل کے فرزندوں کو ذبح کرنا شروع کر دیا تھا۔ وہ تکبیر و گھمنڈ کے نشے میں خدا بن بیٹھا تھا اس کی سرزمین میں اللہ واحد کی عبادت کرنا ایک مشکل مسئلہ بن گیا تھا، پوری کی پوری نسل اس کے قہر اور جبر و زیادتی کا شکار بن چکی تھی اسی کی قرآن مجید نے یوں تصویر کشی کی ہے۔

"إن فرعون علا في الأرض وجعل أهلها شيعا يستضعف طائفة منهم يذبح أبناءهم ويستحي نساءهم إنه كان من المفسدين"

بے شک فرعون سرزمین (مصر) میں بہت آگے بڑھ گیا تھا اور اس نے وہاں کے رہنے والوں کو مختلف گروہوں میں تقسیم کر دیا تھا، ان میں سے ایک گروہ (بنی اسرائیل) کو ضعیف و کمزور کر دیا تھا، ان کی اولادوں کو ذبح کراتا تھا اور ان کی عورتوں اور لڑکیوں کو زندہ رہنے دیتا تھا۔

عجیب و غریب خوفناک ماحول تھا ہر طرف مایوسی کے بادل چھائے ہوئے تھے، آنے والے زمانہ میں بنی اسرائیل کو کوئی امید نہ تھی، ان کی آئندہ نسلوں کا مسئلہ بن گیا تھا، ایسا محسوس ہوتا تھا کہ بنی اسرائیل فرعون اور اس کی قوم کی غلامی اور اس کی بادشاہت میں ذلیل و محکوم رہنے کے لئے پیدا کئے گئے ہیں، قرب و جوار میں کوئی ایسی حکومت بھی نہ تھی جو اس محروم و مظلوم قوم کی مدد و حمایت کرتی، مایوسی کے اس کہرام میں اللہ جل جلالہ کی طرف سے یہ اعلان ہوتا ہے۔

"ونريد أن نمن على الذين استضعفوا في الأرض ونجعلهم أئمة ونجعلهم الوارثين"

اور ہم چاہتے ہیں کہ ان لوگوں پر احسان کریں جن کو کمزور کر دیا گیا ہے زمین میں۔

ہر طرح کے قیاسات اور اندازے غلط ثابت ہوتے ہیں، خیالات کے بالکل برعکس پیغمبر وقت حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اشارۂ غیبی ملتا ہے کہ اپنی قوم بنی اسرائیل کو راتوں ہی رات مصر سے لے کر نکل جائیں اور اطمینان و سکون کی سرزمین (فلسطین) میں آرام کے ساتھ زندگی بسر کریں لیکن مصر سے فلسطین جانے کے لئے بہت دشوار گذار راستہ تھا جو افریقہ سے ہو کر ایشیاء کو پہونچتا تھا، عام طور پر فلسطین جانے کا راستہ یہی تھا لیکن اللہ کا کرنا دیکھئے کہ موسیٰ علیہ السلام نے شمال جانے کے بجائے مشرق کا راستہ اختیار کر لیا، جب صبح تڑکا ہوا تو انہوں نے دیکھا کہ وہ بحر قلزم کے کنارہ پر کھڑے ہیں اور نظر پیچھے پڑی تو دیکھا فرعون مع لشکر کے قریب آچکا ہے، بنی اسرائیل اس عجیب و غریب منظر دیکھ کر کہ سامنے موجیں مارتا ہوا سمندر اور پیچھے فرعون کا زبردست لشکر، چیخ اٹھے "انا لمدركون" ہم پکڑے گئے۔

لیکن موسیٰ علیہ السلام کو اللہ کے وعدہ پر یقین محکم اور اپنی قوم کی نجات کا پورا پورا یقین و اطمینان تھا، انہوں نے پیغمبرانہ اطمینان و ثبات سے کہا۔

"كلا إن معي ربي سيهدين"

ہرگز نہیں بے شک میرا رب میرے ساتھ ہے وہ مجھے ضرور پار لگائے گا"

اعتماد کامل کے ساتھ انہوں نے موجیں مارتے ہوئے سمندر میں قدم رکھا ہی تھا کہ قدرت خداوندی کے حکم سے ایک خشک راستہ نکل آیا، وہ اور ان کی قوم آرام سے اس راستے چل کر دوسرے کنارے پر پہونچ گئے، جو فرعون کی سلطنت سے باہر تھا، فرعون اس حکمت خداوندی کو سمجھ نہ سکا اس نے ایک ہموار راستہ دیکھ کر اپنے لشکر کے گھوڑے ڈال دیئے۔

آگاہ! غضبناک سمندر نے فرعون اور اس کے پورے لشکر کو اپنے بھنور میں لے لیا، وہ فرعون جس کو اپنی خدائی کا دعویٰ تھا اس کی بہترین فوج سمندر کا شکار ہو گئی، بنی اسرائیل اس کے بعد اس سلطنت کے وارث ہوئے جس کا انہوں نے خواب بھی نہیں دیکھا تھا یہ واقعہ بھی اسی مبارک دن پیش آیا اسی دن سے بنی اسرائیل نے قدرتی طور پر ایک قومی جشن کا دن بنا لیا، وہ لوگ اس دن شکرانے کا روزہ رکھتے تھے، اور اپنی خوشی و تشکر کا اظہار کرتے تھے، آنحضرت صلعم جب ہجرت کر کے مدینہ منورہ آئے تو دیکھا کہ یہودی عاشورہ کا روزہ رکھتے ہیں آپ صلعم نے دریافت کیا تو پتہ چلا کہ آج ہی کے روز اللہ تعالیٰ نے موسیٰ اور بنی اسرائیل کو فرعون کی محکومیت سے پناہ و نجات دی ہے اس کے شکر و احسان کے بدلہ میں یہ روزہ رکھا جاتا ہے، چنانچہ آپ صلعم نے فرمایا کہ موسیٰ علیہ السلام یہودیوں سے زیادہ ہمارے ہیں ہم کو شکرانے کا زیادہ حق ہے آپ صلعم نے بھی اسی دن کا روزہ رکھا لیکن چونکہ اس دن کے روزہ رکھنے میں یہودیوں سے مشابہت تھی اس لئے آپ صلعم نے فرمایا: کہ اگر زندگی رہی تو آنے والے سال میں نویں تاریخ کا روزہ بھی شامل کرونگا تاکہ یہودیوں سے ادنیٰ درجہ کی بھی مشابہت نہ رہے۔ لیکن سال آنے سے قبل ہی آپ صلعم اس دار فانی کو چھوڑ کر اللہ تعالیٰ کو پیارے ہو گئے۔

اسلامی نظریہ سے یوم عاشورہ کی یہی فضیلت و اہمیت ہے کہ وہ ایک پیغمبر کی کامیابی اور نجات کا دن ہے اور اسمیں شکرانہ کے طور پر روزہ رکھا جاتا ہے اور یہ مستحب و مسنون ہے لیکن اسی دسویں تاریخ کو اسلامی تاریخ میں ایک افسوسناک واقعہ بھی پیش آیا ۶۱ھ میں رسول صلعم کے نواسہ سیدنا حسین بن علی رضی اللہ عنہ نے یزید کے خلاف علم جہاد بلند کیا، یزید کے عادات و اطوار خلفاء راشدین کے عادات و اخلاق سے ہم آہنگ نہ تھے، وہ نہایت بے دین اور عیش پسند بادشاہ تھا، خلافت کا نہایت بیش قیمت اور موثر شعبہ ان کے ہاتھوں

میں ضائع و برباد ہو رہا تھا، سیدنا حسین رضی اللہ عنہ نے یزید کی خلافت کا انکار کر کے یہ باور کرا دیا کہ وہ غیر اسلامی اصول و قوانین کو برداشت نہیں کر سکتے انہوں نے اپنے اس طرز عمل سے اپنے جد اعلیٰ محمد صلعم کے اس فرمان کی توثیق کی کہ

"لا طاعة لمخلوق في معصية الخالق"

اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں کسی مخلوق کی اطاعت جائز نہیں ہے۔

یزید کو خطرہ کا پورا احساس ہو چلا تھا، کیونکہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی مخالفت اور اعلان جنگ کوئی معمولی بات نہ تھی، چنانچہ یزید نے اس خطرہ کا سامنا کرنے کے لئے ایک زبردست فوج روانہ کر دی، دوسری طرف حضرت حسین رضی اللہ عنہ مختصر سی جماعت کے ساتھ تھے، اس جماعت کا فوج سے زبردست مقابلہ ہوا، حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے اپنی شجاعت، جواں مردی، حوصلگی اور عالی ہمتی کا ایسا ثبوت دیا جس نے تاریخ میں چار چاند لگا دیئے اور اہل بیت کی شان و شوکت و دبدبہ کی یاد کو تازہ کر دیا اور اس واقعہ نے ان کو دنیا کے گنے چنے مشہور شہسواروں کی صف میں شامل کر دیا جو اپنے عقیدہ ایمانی اور مقصد کے حصول میں جان و مال کی پرواہ کئے بغیر جانیں نثار کر دیتے ہیں ؎

بے خطر کود پڑا آتش نمرود میں عشق
عقل ہے محو تماشائے لب بام ابھی

یہ ہے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی ایمانی جرأت و اخلاقی عظمت اور مردانہ عزم و ہمت کا نقش جو تاریخ کی پیشانی پر کندہ ہو گیا انہوں نے غلط حکمرانی کے سامنے سر تسلیم خم کرنے اور مخالف ماحول و حالات کے سامنے سپر ڈالنے سے انکار کر کے اسلام میں ایک ایسی نظیر قائم کر دی کہ اب ایسی نظیر ملنا مشکل ہے اگر یہ نظیر نہ ہوتی تو تاریخ میں ایک بدنما داغ رہ جاتا جس کا زائل کرنا محال ہوتا ہے۔

حلف الزمان ليأتين بمثله
حنثت يمينك يا زمان فكفر

زمانہ نے قسم کھائی تھی ان جیسا ضرور لائے گا، اے زمانہ تمہاری قسم ٹوٹ گئی، کفارہ ادا کرو۔

رہا عشرۂ محرم کی خرافات و بدعات تو انکا اسلام سے کوئی تعلق نہیں

سوال و جواب

محمد طارق ندوی

سوال: پراویڈنٹ فنڈ میں ملازم کی تنخواہ سے جو رقم ہر ماہ کاٹی جاتی ہے، اور پھر اس پر محکمہ ہر مہینہ اضافہ کرتا ہے پھر سالانہ اس مجموعہ پر سود کے نام سے ایک رقم جمع کرتا ہے ان تینوں قسم کی رقموں کا شرعاً کیا حکم ہے؟ الخ

جواب: مذکورہ تینوں قسم کی رقمیں جائز ہیں، کیونکہ درحقیقت یہ تنخواہ ہی کا ایک حصہ ہیں اگرچہ سود یا کسی اور نام سے دی جائیں لہٰذا ملازم ان کو اپنے استعمال میں لا سکتا ہے ان میں سے کوئی رقم بھی شرعاً سود نہیں ہے۔

سوال: قربانی کس پر واجب ہے؟ الخ

جواب: قربانی ہر اس مسلمان عاقل، بالغ، مقیم پر واجب ہوتی ہے، جس کی ملک میں ساڑھے باون تولے چاندی (تقریباً ۵۲۵ گرام چاندی) یا اس کی قیمت کا مال حاجات اصلیہ سے زائد ہو۔

سوال: کیا قربانی کے واجب ہونے کے لئے سال کا گذرنا شرط ہے؟

جواب: نہیں قربانی کے وجوب کے لئے مال پر سال کا گذرنا شرط نہیں ہے۔

سوال: ایک شخص مجنوں ہے تو کیا اس پر قربانی واجب ہے جبکہ وہ صاحب نصاب ہے؟

جواب: مجنوں اگرچہ صاحب نصاب ہو تب بھی اس کے ولی پر اس کی طرف سے قربانی کرنا واجب نہیں ہے۔

سوال: اگر بچہ صاحب نصاب ہو تو اس پر قربانی واجب ہے یا نہیں؟

جواب: بچہ پر قربانی واجب نہیں ہے اگرچہ وہ صاحب نصاب ہو۔

سوال: قربانی کے دن گذر گئے اور ایک شخص قربانی نہ کر سکا تو وہ اب کیا کرے؟

جواب: اگر قربانی کے دن گذر گئے اور کوئی شخص ناواقفیت یا غفلت یا کسی عذر سے قربانی نہ کر سکا تو قربانی کی قیمت فقراء اور مساکین پر صدقہ کرے، لیکن قربانی کے دنوں میں قربانی کی قیمت صدقہ کر دینے سے یہ واجب ادا نہ ہوگا بلکہ وہ شخص ہمیشہ گنہگار رہے گا۔ و الخ

سوال: دام پر دام لگانا جائز ہے یا نہیں

جواب: اگر کسی خریدار نے ایک چیز کی قیمت لگائی اور بیچنے والا اسے دینے پر تیار ہو گیا اسی اثنار میں ایک اور شخص اس چیز کی قیمت بڑھا دیتا ہے تاکہ وہ نہ خرید سکے یا زیادہ قیمت دیکر خرید لے یا دام بڑھانے والا خود اسے خرید لے یہ مکروہ ہے۔

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لا يستام الرجل على سوم أخيه ولا يخطب على خطبة أخيه

نبی نے فرمایا کوئی اپنے بھائی کے بھاؤ پر بھاؤ نہ چڑھائے اور نہ اپنے بھائی کے پیغام پر پیغام دے۔

سوال: ایک شخص کسی چیز کی ایک قیمت متعین کر دیتا ہے اور خریدار لینے کیلئے تیار ہو کہ دوسرا شخص ویسی ہی چیز اس سے کم داموں پر بیچنے کیلئے تیار ہو جائے تو شرعاً اس بیع کا کیا حکم ہے۔ الخ

جواب: یہ بیع مکروہ ہے۔

سوال: نیلامی جائز ہے یا نہیں؟

جواب: کسی چیز کو نیلام کر کے بیچنا جائز ہے۔ ان النبي باع قدحا وحلسا بيع من يزيد۔

نبی اکرم نے ایک پیالہ اور کمبل نیلامی کی صورت میں فروخت فرمایا۔

سوال: اگر مقروض قرض ادا کرنے کی قدرت رکھتے ہوئے قرض ادا نہ کرے تو شرعاً ایسے کے بارہ میں کیا حکم ہے؟ الخ

جواب: اگر مقروض ادائے قرض کی قدرت رکھنے کے باوجود قرض ادا نہیں کرتا ہے تو اسکے بارہ میں ارشاد نبوی ہے کہ قدرت رکھنے والے کا ادا کرنے میں ٹال مٹول کرنا ظلم ہے، یا ہاتھ میں پیسہ ہوتے ہوئے دیر لگانا اسکی آبرو کو غیر محفوظ اور سزا کا مستحق کر دیتا ہے۔

سوال: جو چیز بطور رہن رکھی جائے اس سے مرتہن یعنی جس کے پاس رکھا گیا ہے فائدہ اٹھا سکتا ہے یا نہیں؟ الخ

جواب: نہیں مرتہن اس سے کسی قسم کا فائدہ نہیں اٹھا سکتا ہے اگر فائدہ اٹھائیگا تو وہ سود ہوگا۔

سوال: اگر رہن رکھنے والے نے قرض کا کچھ روپیہ ادا کر دیا، کچھ باقی ہے تو کیا وہ مرتہن سے اپنی مرہون شی واپس لے سکتا ہے؟ الخ

جواب: واپس نہیں لے سکتا ہے جب تک پورا قرض ادا نہ ہو جائے مرتہن کو چیز روکے رکھنے کا اختیار ہے۔

سوال: درخت پر لگے ہوئے پھلوں کو رہن رکھ سکتے ہیں یا نہیں؟ الخ

جواب: پھل جو درخت پر موجود ہیں یا کھیتی جو کھیت میں لگی ہے ان کو اس وقت تک رہن رکھنا جائز نہیں ہے جب تک پھلوں کو درخت سے اور کھیتی کو کھیت سے الگ نہ کر لیا جائے اور اسی طرح درخت کو پھلوں کو چھوڑ کر اور زمین کو بغیر کھیتی کے رہن رکھنا جائز نہیں ہے۔

سوال: ایک شخص قربانی کا گوشت تقسیم نہیں کرتا بلکہ فریج میں رکھکر کھاتا رہتا ہے شرعاً اسکا یہ عمل کیا ہے؟ الخ

جواب: شرعاً اسکا یہ عمل خلاف اولیٰ ہے کیونکہ افضل یہ ہے کہ قربانی کا گوشت تین حصے کرے ایک حصہ اپنے اہل و عیال کیلئے رکھے ایک حصہ احباب وغیرہ میں تقسیم کرے، ایک حصہ فقراء و مساکین میں تقسیم کرے۔

بقیہ

مسلم پرسنل لاء بورڈ کی جد و جہد

اور تربیت کی ذمہ داری قاضی شریعت مرکزی دار القضاء امارت شرعیہ بہار و اڑیسہ مولانا مجاہد الاسلام القاسمی صاحب نے باحسن وجوہ انجام دی۔ نیز بورڈ کے اس فیصلہ کے بعد برہانپور، مدھیہ پردیش میں دار القضاء قائم کیا گیا۔ اور ایک بڑا نمائندہ اجتماع منعقد ہوا جسے ارباب حل و عقد کا اجتماع کہنا چاہیئے، جلسہ کی صدارت حضرت مولانا علی میاں صاحب مدظلہ نے فرمائی اور حضرت امیر شریعت بہار و اڑیسہ مدظلہ نے خطاب فرمایا۔ اور اجتماع کے مشورہ سے قاضی و نائب قاضی کے تقرر کا اعلان کیا، پھر رات کے عظیم اجتماع میں ہر دو حضرات نے تقریریں کیں اور حضرت امیر شریعت مدظلہ نے قاضی و نائب قاضی کو سند قضاء دی آسنسول، پرولیا (مغربی بنگال) لکھنؤ اور سیتاپور وغیرہ کے دار القضاء بھی آل انڈیا مسلم پرسنل لاء بورڈ کے فیصلہ کی روشنی ہی میں قائم کئے گئے ہیں۔

قانون اسلامی کی جدید تدوین

یہ ایک واقعہ ہے کہ عائلی قوانین کا ایسا کوئی مستند مجموعہ موجود نہیں ہے جو زمانہ حاضر کی ضروریات اور تقاضوں کو پورا کرنے کے ساتھ ساتھ شریعت اسلامی کی صحیح ترجمانی کرتا ہو۔ اور اس پر مستند علماء کا اتفاق بھی ہو آل انڈیا مسلم پرسنل لاء بورڈ نے اس کی ضرورت محسوس کی کہ وہ مستند علماء وکلاء اور قانون دانوں کے مشورہ سے ایک ایسا مجموعہ تیار کرائے جس کو عدالتوں میں بطور سند پیش کیا جا سکے۔ چنانچہ خدا کا نام لیکر یہ کام بورڈ کے مرکزی دفتر خانقاہ رحمانی مونگیر میں محترم جنرل سکریٹری صاحب بورڈ کی نگرانی اور نگرانی میں شروع کر دیا گیا۔ اور اس کیلئے چند فاضل علماء اور مستند قانون دانوں کی خدمات حاصل کی گئیں۔ الحمد اللہ کام کی پیش رفت اچھی ہوئی۔ کتاب النکاح۔ کتاب الطلاق۔ کتاب الہبہ والوصیۃ وغیرہ مکمل ہو کر ملک کے ڈیڑھ سو علماء کرام مفتیان عظام اور قانون دانوں کی خدمتوں میں ملاحظہ رائے اور تصدیق و توثیق کے لئے بھیجی گئی۔ اکثر حضرات کے جوابات ان کی آراء کے ساتھ بورڈ کے دفتر کو موصول ہو چکے ہیں بقیہ حضرات کے جوابات آ رہے ہیں۔ مگر رفتار سست ہے ابھی اسمیں دوسرے مرحلہ کا کام باقی ہے، علماء کرام کی آراء کی روشنی میں اس پر دوبارہ غور کیا جائے گا، اور پھر اسے آخری شکل دی جائے گی اور اس کا انگریزی اور ہندی میں ترجمہ بھی شائع کیا جائے گا۔ یہ کام نہایت اہم اور بنیادی ہے۔ اس کا صحیح اندازہ اور اس کی قدر و قیمت مستقبل میں محسوس کی جائیگی اور انشاء اللہ یہ بورڈ کا سب سے بڑا علمی کارنامہ ثابت ہوگا۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے اس کی تکمیل فرمائے۔ آمین۔

آخری بات —— اللہ کا شکر ہے کہ سولہ سال کی مدت میں آل انڈیا مسلم پرسنل لاء بورڈ کی جد و جہد نے ہر پڑھے لکھے ذہن میں ایک سوالیہ نشان بنا دیا ہے۔ اس مدت میں بورڈ نے مختلف محاذوں پر قابل لحاظ کامیابی حاصل کی ہے۔ دیہات و قصبات میں بھی مسلم پرسنل لاء کی اہمیت کا احساس پایا جا رہا ہے۔ مسلمانوں کا شہری حلقہ بھی یہ احساس رکھتا ہے کہ اپنے اس قیمتی سرمایہ سے دست بردار ہونا ہلاکت ہے۔ مختلف سیاسی پارٹیوں کے بیانات اور تقریروں میں مسلم پرسنل لاء کے تحفظ کا مسئلہ ایک لازمی جزء بن گیا ہے۔

مسلم پرسنل لاء کے مسئلہ میں جو رائے عامہ بنی ہے وہ بورڈ کی سب سے اہم پیش رفت ہے لیکن مسلم پرسنل لاء کے تحفظ کی سب سے مضبوط شکل یہ ہے کہ خود مسلمان اپنی ایمانی قوت کے ساتھ رضا کارانہ طور پر قوانین شریعت کے ہر حصہ پر عمل کرنے کے لئے ہمہ وقت تیار ہیں۔